59

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (قرآن)

مَنْ دَعَا اِلَی الْھُدٰی کَانَ لَہٗ مِنَ الْاَجْرِ مِثْلُ اُجُوْرِ مَنْ تَبِعَہٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اُجُوْرِھِمْ شَیْئًا (حدیث)

تحفۃ المسلمین

ترجمۂ اردو

مسائلِ اربعین

یعنی

شادی وغم کی رسوم کے متعلق ان مسائل کا اردو ترجمہ جو حضرت شاہ محمد اسحاق صاحب رحمہ اللہ محدث دہلوی نے خاں زماں خاں صاحب مرحوم (جدامجد نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ) کے استفتے پر تحریر فرمائے اور اب بفرمائش مولوی حاجی عبیدالرحمن خاں صاحب بار دوم باہتمام

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں طبع ہوئے

۱۳۶۲ھ
۱۹۴۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۃ المسلمین

یعنی ترجمۂ اُردو

مسائلِ اربعین فی سنتہ سید المرسلین

مقدمۂ طبعِ ثانی

میرا نام (محمد مقتدیٰ خاں) تاریخی ہے جس سے بے کم و کاست ۱۲۹۷ھ برآمد ہوتے ہیں اس حساب سے اب (کہ ۱۳۶۴ھ ہیں) میری عمر کا ۶۸ واں سال چل رہا ہے مجھے اپنی عمر کے چوتھے سال تک کے واقعات جستہ جستہ یاد ہیں۔ یہ کتاب (جس کے دوبارہ چھاپنے کی مجھے سعادت حاصل ہوئی ہے) میرے ہاتھ میں آئی تو مجھے یاد آیا کہ اس کا ذکر میں نے اپنے بزرگوں سے بدوِ شعور ہی سے (یعنی اب سے تقریباً ۶۴ سال پہلے) سنا تھا اور وہ اس طور پر کہ خاندان (شروانی) کے اندر اصلاحِ رسوم کے لئے اسے "منجھلے میاں" نے لکھوایا تھا۔ میرے اب وجد کے معاصر "منجھلے میاں" مولوی حاجی عبدالشکور خاں صاحب مرحوم تھے اور میں اُس وقت تک کہ یہ کتاب میرے ہاتھ میں آئی اسی غلط فہمی میں مبتلا تھا کہ اصلاحِ رسوم اور تالیفِ کتاب کے محرک اوّل عبدالشکور خاں صاحب مرحوم (نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہ) کے عمِ بزرگ تھے حالانکہ وہ "منجھلے میاں" جنہوں نے خاندانِ شروانی میں سب سے پہلے اصلاح رسوم کا خیال کیا وہ ان "منجھلے میاں" (عبدالشکور خاں صاحب) کے پدر بزرگوار (محمد خان زمان خاں صاحب)

تھے اور ''منجھلے میاں'' عبدالشکور خاں صاحب کا شرف اسی قدر تھا اور وہ بھی بجائے خود کافی ہے کہ انھوں نے باپ کی ہدائت کو نہایت تک پہونچایا۔

اور یہ نہایت عجیب اتفاق حسنہ ہے کہ اس کتاب کے از سر نو چھپنے اور شائع ہونے کے نہایت سرگرم دال علی الخیر تیسرے ''منجھلے میاں'' (خان بہادری کو چھوڑ کر) مولوی حاجی عبیدالرحمٰن خاں سلمہ خلف نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہٗ ہیں۔ اس مبارک لطیفہ کو بخوبی سمجھنے کے لئے ان ''منجھلے میوں'' کے شجرہ پر نظر ڈالئے۔

حاجی محمد باز خاں

حاجی محمد داؤد خاں | محمد خاں زماں خاں (منجھلے میاں ۱) | حاجی غلام محمد خاں

حاجی ہدایت اللہ خاں (عرف حاجی خاں) | مولوی حاجی عبدالشکور خاں (منجھلے میاں ۲) | محمد تقی خاں

مولوی محبوب الرحمٰن خاں مرحوم | مولوی حبیب الرحمٰن خاں (نواب صدر یار جنگ)

مولوی حاجی عبیدالرحمٰن خاں (منجھلے میاں ۳) | مولوی مسعود الرحمٰن خاں
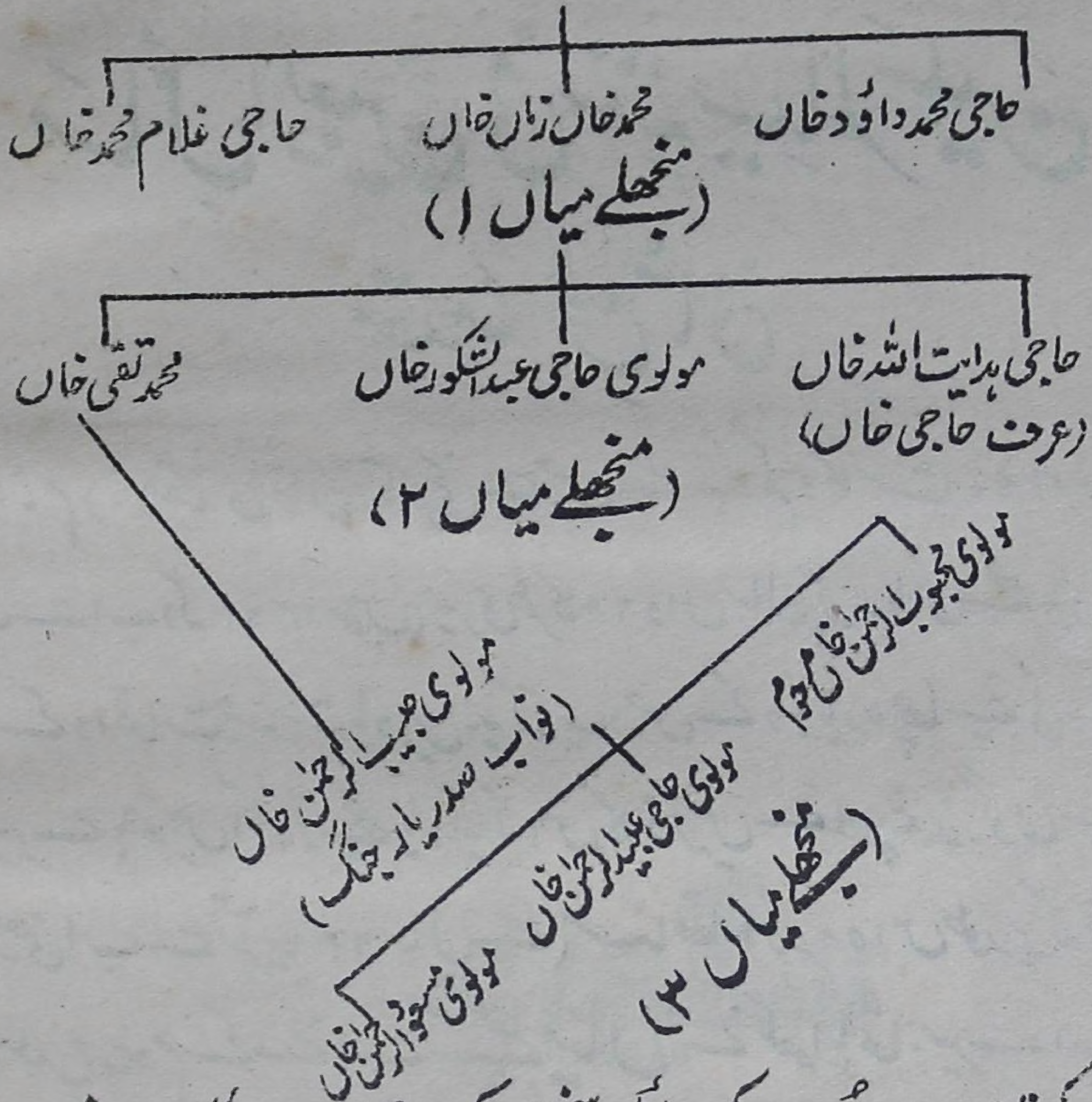
اس کتاب کی تالیف اور اس کے مسائل پر سختی کے ساتھ عمل پیرائی کا حال نواب صدر یار جنگ بہادر کے قلم کی زبان سے سنئے۔

فروری ۱۹۴۳ء میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس علی گڑھ میں ہوا۔ اُسی کے ساتھ کانفرنس کے شعبۂ اصلاح معاشرت کا جلسہ ہوا جس کی کیفیت کے سلسلے میں نواب صاحب ممدوح نے اس کتاب (مسائل اربعین) کی تالیف اور اس کے مسائل و احکام کی تعمیل کی تاریخ بیان فرمائی ہے۔ لہٰذا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ اسے لفظ بلفظ نقل کر دوں۔ وہو ہذا:

اصلاح معاشرت

گزشتہ صدی کا ایک سبق آموز واقعہ

آج سے سو برس اُدھر کا زمانہ جو تاریکی و جہالت کا دور مانا جاتا ہے اُس میں بھی ایک اجلاس شعبۂ **اصلاح معاشرت** کا ہوا تھا اسی علی گڑھ کے ضلع میں **بھیکن پور** کے قلعہ کے صحن میں ایک خیمہ کے نیچے۔ اُس کی روئداد خالی از دلچسپی نہ ہوگی۔

محمد خاں زماں خاں صاحب مرحوم (میرے جد امجد) **شاہ عبدالعزیز** صاحب محدث دہلوی کے مرید تھے۔ ایک بار رسوم شادی وغم کے متعلق خاں صاحب مرحوم نے ایک استفتاء مرتب فرمایا جس میں چھتیس ۳۶ سوال شادی وغم کی رسوم مروجہ خاندان شروانی کی بابت درج تھے۔ یہ استفتاء جواب کے لئے شاہ **محمد اسحٰق** صاحب محدث دہلوی کی خدمت میں مولوی سید ابو محمد صاحب جلیسری کی معرفت جو شاہ صاحب کے شاگرد تھے پیش کیا گیا۔ شاہ صاحب نے چار سوال کا اضافہ فرما کر جواب تحریر فرمایا۔

اب یہ فتویٰ بھیکن پور آیا۔ دادا صاحب نے اپنے بڑے بھائی حاجی **محمد داؤد خاں** صاحب مرحوم کو دکھایا جو سردار خاندان تھے۔ بڑے بھائی نے دیکھ کر فرمایا منجھلے میاں فتویٰ آیا ہے تو اس پر عمل ہونا چاہیے۔ خاندان کے سرگروہ پٹھانوں کو طلب کرو۔ اُن کو دکھاؤ۔ چنانچہ اجلاس طلب ہوا۔ پٹھانوں نے فتوے سے اظہار عقیدت کیا۔ اس پر حاجی **محمد داؤد خاں** صاحب نے فرمایا کہ عقیدت ہے تو اس پر عمل کرو۔ اُس زمانہ میں خاندان شروانی میں مثل دیگر خاندانوں کے رسوم کا شادی وغمی میں ایک طوفان برپا تھا۔ مثلاً شادی میں ناچ رنگ آتشبازی آرائش وغیرہ ساری رسمیں جاری تھیں، علیٰ ہذا القیاس۔

عمل کا ارشاد سن کر مزید بحث ہوئی۔ قرار یہ پایا کہ اس جلسہ کے بعد جو شادی ہو اُس میں فتوے کے مطابق اصلاح جاری ہو جائے۔ معلوم ہوا کہ اُس کے بعد پہلی شادی

الہ وردی خاں رئیس چھترہ کے یہاں ہونے والی تھی۔ اُن سے فرمائش ہوئی کہ اصلاح پر پہلا قدم وہ اُٹھائیں اور خلاف شرع تمام رسوم ترک کر دیں۔ وہ سن کر گھبرا گئے اور کہا داؤد خاں جی سارا خاندان بگڑ جائے گا اور مجھ کو چھوڑ دے گا۔ فرمایا ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس سے ہمت ہوئی اور کمربستہ ہوگئے چنانچہ شادی سے قبل اعلان کیا کہ میرے یہاں شادی میں کوئی رسم خلاف شرع نہ ہوگی، نہ ناچ رنگ نہ آتشبازی اور نہ کوئی اور ایسی رسم۔

اس پر سارا خاندان بگڑا اور اعلان کیا کہ ہم اس شادی میں شریک نہ ہوں گے جو بزم ماتم بنے۔ حاجی محمد داؤد خاں صاحب نے اعلان کیا کہ ہم شریک ہوں گے۔ اس پر خاندان کی جہالت کا جوش کم ہوا۔ شادی ہوئی۔ رسوم بد موقوف۔ اسی کا رواج سارے خاندان میں ہوگیا۔ اس واقعہ کو سو برس سے زائد زمانہ گزر چکا۔ شروانی خاندان کی مردم شماری کم و بیش دو ہزار ہے قریباً دو سو میل مربع کے رقبہ میں پھیلا ہوا ہے۔

اس تمام خاندان میں سو برس کے عرصۂ دراز میں ایک شادی کا واقعہ بیان نہیں کیا جا سکتا جس میں ناچ ہوا ہو، آتشبازی چلی ہو یا اور کوئی خلاف شرع رسم ہوئی ہو۔ آج تک سارے خاندان میں پیدائش سے لیکر وفات تک ساری رسمیں اُسی طریقہ پر جاری ہیں جو اُس وقت اللہ کے بندوں نے جاری فرمایا تھا۔

یہ بھی اُس زمانہ کے شعبۂ اصلاح کے ایک اجلاس کی روئداد اور اُس کے نتائج۔

(کانفرنس گزٹ ۱۶ اپریل ۱۹۴۳ء صفحہ ۲ کالم ۲)

خدا کا شکر ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے مجھے اس وقت تک زندہ و سلامت رکھا کہ میں "جاء الحق وزھق الباطل" کا کرشمہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ نواب صدر یار جنگ بہادر مدظلہٗ (جو نہ صرف ریاست میں بلکہ دیانت میں بھی اپنے جدِ امجد محمد خان زماں خاں صاحب مرحوم و مغفور محرک اصلاح رسوم کے ماشاء اللہ وارث و خلف ہیں) ان کے یہاں بتوفیق ایزدی اب تک بھی دین داری کا جس قدر چرچا باقی ہے اور (خدا اسے ہمیشہ باقی رکھے) اُس کا ایک

واقعہ بیان کرنا یقیناً دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

جس زمانہ میں یہ تیسرے "منجھلے میاں" مولوی حاجی عبید الرحمن خاں سلمہ بالکل بچّے تھے اور اُن کے بڑے اور چھوٹے بھائی بھی بقید حیات تھے (خدا اُن پر رحم کرے) تو ایک بزرگ حبیب گنج تشریف لائے اور کچھ وقت قیام فرمایا۔ واپس جاکر اپنی خانقاہ سے انھوں نے نواب صدر یار جنگ بہادر (اُس وقت کے مولوی حبیب الرحمن خاں) کو جو خط لکھا اُس کا کوئی جزو مجھے اب یاد نہیں ہے، الّا ایک فقرہ جو اُسی وقت میرے دل پر نقش ہوگیا اور خدا کے فضل سے اب تک نقش ہے۔ اور وہ یہ تھا کہ "**نمازی بچّے یاد آتے ہیں**"۔ بزرگ ممدوح کے میں نے یہ الفاظ بے کم و کاست نقل کئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ نواب صدر یار جنگ بہادر کو بھی یاد ہوں گے اور میں چاہتا ہوں عبید الرحمن خاں صاحب بھی انھیں ہمیشہ یاد رکھیں اور اپنے بچوں کو یاد کرائیں ؎

ہمیںت بس از کردگارِ مجید
کہ توفیقِ خیرت بود بر مزید

فتاوے جو اس کتاب میں جمع ہیں اُن کے متعلق مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے البتہ ان کے اُردو ترجمہ کے متعلق صرف اس واقعہ کی طرف توجہ دلانی ضروری سمجھتا ہوں کہ باوجودیکہ یہ ۱۲۶۰ھ یعنی اب سے (جو ۱۳۶۴ھ ہے) ایک سَو چار سال پہلے کا ہے، تاہم اُس کی زبان اس قدر صاف اور منجھی ہوئی ہے کہ کوئی مقام زبان کے لحاظ سے غیر مانوس نہیں معلوم ہوتا اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو زبان اس سے بھی صدیوں پہلے سے متداول اور زبان زد عام و خاص تھی۔ چھپائی کے متعلق یہ ہے کہ میں نے اسے اُس نسخہ سے نقل کیا ہے جو ۱۲۶۶ھ یعنی سال ترجمہ (۱۲۶۰ھ) سے صرف ۶ سال بعد اور تالیف فتاوے (۱۲۵۵ھ) سے گیارہ سال بعد کا چھپا ہوا ہے۔ اگرچہ اس کی چھپائی صاف ہے لیکن غلطیاں بہت کثرت سے تھیں اور باوجودیکہ ایک صفحہ "صحیح نامہ" کے لئے وقف کیا گیا ہے، پھر بھی بہت سی غلطیاں باقی ہیں۔ میں نے اپنے چھاپے ہوئے نسخہ میں حتی الامکان سب کو درست کرکے ایک صحیح نسخہ پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ خط بھی واضح تر رکھا ہے اور ہر مسئلہ کو سر سطر اور جلی قلم سے شروع کیا ہے تاکہ تلاش دستخراج

مسائل میں کافی آسانی رہی۔ مع ہذا اسی غرض کے لئے ایک فہرست بھی مرتب کر دی ہی جس میں مسائل اور اُن کے جواب کا شمار اور خلاصہ بھی دے دیا ہے۔ وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔

ان مسائل کی ترتیب و ترجیح کے وقت (جس کو ۱۰۶ سال کا طویل عرصہ ہوتا ہی) ظاہر ہی کہ مسلمانوں میں تدیّن اب سے بہت زیادہ تھا اور اُس وقت علما و صلحا و واعظین کی اب سے بہت زیادہ کثرت تھی اور اس لئے استیصال قبائح کی طرف توجہ بھی زیادہ ہوتی تھی اور مصلحانہ تصانیف بھی کثرت سے شائع ہوتی رہتی تھیں اور شوق و عقیدت کے ساتھ عام طور پر پڑھی جاتی اور اپنا اثر دکھلاتی تھیں۔ ان سب کے مقابلہ میں یہ وہ دَور ہی کہ قیامت سے قریب تر ہی۔ علم کا ارتفاع اور عمل کا فقدان نظر آتا ہی۔ کتابیں پہلے سے بہت زیادہ اور ارزاں شائع ہو رہی ہیں۔ مگر ان کا جو رنگ ہی وہ "حالش مپرس" کا مصداق ہی۔ حسنات کا ضعف اور منکرات کا زور روز افزوں ہی۔ ان حالات میں جس سے جو بن آئے وہ بہت مغتنم ہی۔ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہی کہ وہ مولوی حاجی عبید الرحمٰن خاں صاحب کو اُن کی نیک نیتی اور سعی کی دارین میں جزائے خیر دے اور یہ نکتہ بھی سمجھنے کی توفیق کہ وہ مسلم یونیورسٹی کے خازن کی حیثیت سے نہ صرف ایک بہت بڑے کنبہ اور خاندان کی بلکہ بجائے خود ایک دنیا اور جہان کی (اسلامی نقطۂ نظر سے) اصلاح حال کے ذمہ دار ہیں اور انھیں اپنی اس ذمہ داری کو عنداللہ و عندالرسول نباہنا چاہیے۔ "کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ" ؎

دل اندر صمد باید اے دوست بست
کہ عاجز تر ست از صنم ہر کہ ہست

محمد مقتدیٰ خاں شروانی

مطبع شروانی علی گڑھ
رجب المرجب ۱۳۶۲ھ (جولائی ۱۹۴۳ء)

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفۃ المسلمین

ترجمہ

مسائلِ اربعین

سزاوار حمد وہ خالق بے مثال ہی کہ ہماری تعلیم کے واسطے ایسے نبی آخر الزماں کو پیدا کیا کہ جن کی تعریف میں عجز سے چپ رہنا عین کمال ہی۔ اور لائق شکر کے وہ قادر ذوالجلال ہی کہ ہماری تربیت کے لئے ایسے رسول اولوالعزم کو بھیجا کہ اُن کی مدح میں زبان ناطقہ لال ہی۔ سبحان اللہ کیا شان ہی اُس کی کہ واسطے پرورش اولاد کے ماں باپ کو محبت دلی عطا فرمائی۔ اور بزبان رسول مقبول اپنے کے تربیت اور تادیب کی راہ بتائی۔ ایسے رسول مقبول کہ مخاطب برحمۃ للعالمین اور ملقب بروٴف رحیم ہیں۔ امت پر باپ سے زیادہ شفیق ماں سے زیادہ کریم ہیں۔ جو اُن کا ہمنام ہوا آگ سے بچا مستحق انعام ہوا۔ شادی و غم میں ہم کو جو چاہیئے سب صاف صاف بتایا۔ اور رسمیں کفر اور شرک کی کہ ہمارے حق میں مضر تھیں اُن سے منع فرمایا۔ اُن کے اعوان اور انصار آل اطہار و اصحاب کبار ہیں جب تک جیئے محبت کا دم بھرتے رہی۔ اور ترویج دین سید المرسلین میں جان و مال سے کوشش کرتے رہی۔ خصوصاً حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہ مخاطب بہ ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ تھے وملقب بصدیق رسول مختار عالی وقار تھے۔ حضرت عمر نے رضی اللہ عنہ

شرک و بدعت کی بنیاد جڑھ سے کھود دی۔ آپ تیغ سے نجاست کفر کی کفار کے دلوں سے دھو دی حضرت عثمان نے رضی اللہ عنہ کمال عشق میں کئی بار گھربار لٹایا۔ اہلِ بیت رسول میں گنے گئے خطاب ذی النورین کا پایا۔ اگر مدینہ علم کے پیغمبر انس و جان ہیں تو اس کے دروازہ حضرت علی علیہم التحیۃ والرضوان ہیں۔ اُن پر شجاعت نے فخر کیا۔ اور سخاوت نے انھیں سے رواج لیا۔ صفت قہاری خدا کے اسد اللہ الغالب مظہر ہیں۔ اور خاکساری کے ابو تراب مصدر ہیں۔ قربان جائیے مجتہدین کے کہ مغز قرآن و حدیث کو پہنچ کر مسائل شرعیہ کی ایسی ترتیب اور تہذیب کی کہ اس کے بعد جگہ دھوکے اور شک کی نہ رہی اس پر بھی اگر کوئی اس سیدھی راہ کو چھوڑ کر ٹیڑھی راہ چلے حافظ حقیقی ہم کو اور اُس کو فریب شیطان سے بچاوے توفیق نیک عنایت کرے۔

بعد اس کے معلوم کیا چاہیے کہ اس زمانے میں بہ سبب بے علمی اور عملداری اشرار اور مخالطت کفار کے اکثر لوگ اپنے دین کے جادۂ قویم اور صراط مستقیم سے بچل گئے۔ اور اپنی عبادات اور عادات میں سنت سنیہ اور قواعد شرعیہ پر قائم نہ رہے۔ اور نفس شیطان کے بہکانے سے اپنی شادی غمی میں رسوم بدعیہ اور بدعات شنیعہ نکالیں اور ارتکاب محرمات اور مشابہت کفار کی عادتیں ڈالیں۔ اس حال میں اگرچہ اکثر علماء دیندار اور واعظین ابرار نے ان خرافات و بدعات کے بہت وعید سنائے۔ اور بہت اُردو کے رسالے اس کی رد میں بنائے لیکن اب تک ایسا کوئی رسالہ جس میں ابتدا تولد سے لغایت موت اور تجہیز اور تکفین کے مسائل اکٹھا ہوں نہ بنا۔ اور ایسا کوئی نسخہ جس میں ان مسائل کی سند قرآن و حدیث و فقہ سے ہو نظر سے نہ گزرا۔

لہٰذا محمد خان زماں خاں محمد باز خاں کے بیٹے بھیکم پور کے رئیس نے سن بارہ سے انسٹھ ۱۲۵۹ ہجری مقدس میں علیٰ ہاجرہا الصلوٰۃ والسلام اس مقدمے کے پینتیس ۳۵ مسائل مذہب مکارم الاخلاق مولانا ابو سلیمان محمد اسحاق سرآمد علماء باتمیز حضرت شاہ عبد العزیز کے نواسے سے

استفسار کیئے مولانا ممدوح نے باوجود عروض عوارض جسمانی اور لحوق عوائق روحانی کے اُن کے جواب کا اقبال کیا۔ اور سید ابو محمد جالیسری کو کہ مولوی امین الدین صاحب مکّی مشہور اور آدمی دیندار اور باشعور ہیں اس کی تحریر پر مامور فرمایا۔ سید صاحب موصوف نے پانچ مسائل اور اسی جنس کے اُن پنتیس مسئلوں میں ملا کر اور اُن کا بھی جواب مولانا سے دریافت کر کر **مسائل اربعین فی سنۃ سید المرسلین** نام ایک کتاب بنائی۔ اور بعد لکھنے کے حضرت کو سنا کر اُس کے آخر آپ کی اور مولوی محبوب علی دہلوی صاحب کی مہر لگائی۔

سو اُس کتاب میں اگرچہ سوال اور حاصل جواب کی عبارت زبان فارسی میں تھی لیکن اور عربی کی کتابوں کی عبارت یا قرآن کی آیت اور حدیث جو سند کے واسطے مرقوم تھی سو بے ترجمہ تھی۔ تو اُس کا سمجھنا فقط فارسی پڑھے آدمی پر تو دشوار تھا ہی جس کو عربی میں استعداد کم ہو اُس کو بھی فائدہ تام نہیں حاصل ہوتا تھا۔ اس واسطے اس خیر خواہ اہلِ اسلام **محمد نظام** شاہجہانپوری نے سن بارہ سے ساٹھ میں اُس کا ترجمہ زبان اردو میں کر دیا تاکہ ہر مسلمان اس سے پورا فائدہ پاوے اور حرف آشنا آدمی بھی پڑھ کر یا محض بے علم سن کر اس کو اپنی شادی و غمی میں دستور العمل بناوے اور **تحفۃ المسلمین ترجمہ مسائلِ اربعین** اس کا نام رکھا۔

اب قبل ترجمے کے کئی باتیں سن لیا چاہیئے۔

اوّل یہ کہ جیسے دلّی والوں کی عادت ہے کہ ترجمہ کرتے ہیں ترکیبی معنی کا لحاظ نہیں کرتے ہیں لوگوں کے محاورے بول چال بموجب لکھتے ہیں وہی راہ اس ترجمے میں بھی اختیار کی اور معنی ترکیبی سے مزاحمت نہ کی کہ ہر کوئی بے تکلف فائدہ اٹھاوے اور کسی پر کٹھن نہ ہو جاوے۔

دوسرے یہ کہ اس میں بعینہ اسی کتاب کا مضمون لکھا کچھ اپنی طرف سے نہیں ملایا اور جس مقام پر ترجمے کا بھی مطلب دشوار فہم تھا اس کا حاصل اور جو اور کسی کتاب کا مضمون اس کا مؤید نظر آیا اُس کو حاشیے پر بطور فائدے کے لکھ دیا کتاب میں نہ داخل کیا تاکہ یہ سبب اس اختلاط کے کتاب اعتبار سے ساقط نہ ہو جاوے اور کوئی کم فہم حجتیں اور تکراریں نہ اٹھاوے۔

تیسرے یہ کہ جہاں پر ایک کتاب کی عبارت تمام ہوئی وہاں پر فقط کی لفظ سُرخی سے پتے کے واسطے لکھدی اور جو حاشیے کی عبارت تھی اس کو حاشیے پر لکھ کر اُس کے آخر کو بارہ کا ہندسہ کہ نشان حد کا ہے بنا دیا اور غلطی کی ترک جو حاشیے پر لکھی اُس کے آخر حرف ص کی صورت کہ علامت صحت کی ہے بنادی۔ لکھنے والے کو چاہیے کہ ان علامتوں کا خوب ہی لحاظ کرے جو حاشیہ ہو اُس کو وہی بارہ کا ہندسہ بنا کر حاشیے پر لکھے اور جو ترک ہو اس کو کتاب کے اندر داخل کرے اور آپ بھی مقابلے کے وقت جو ترک لکھے اُس کے آخر صاد بنا وے تاکہ ایک دوسری کتاب کی عبارت اور حاشیہ اور ترک مل کر خبط نہ ہو جاوے۔

چوتھے یہ کہ جو عبارت اس میں عربی کی تھی خواہ حدیث یا آیت یا فقہ کی روایت اُس عبارت کو تو اُس کے ترجمے کے ساتھ مندرج کیا اور جو فارسی کی عبارت تھی اُس کو تطویل لاطائل سمجھ کر نہ لکھا فقط ترجمے پر اکتفا کیا اور وہی فقط کی علامت آخر کو سُرخی سے بنادی۔

پانچویں یہ کہ اس ترجمے کے لکھنے کا اتفاق ایسے وقت میں ہوا کہ امراض متنوعہ اکثر اوقات لاحق حال رہے اور کوئی کتاب بھی لغت وغیرہ کی پاس نہ تھی فقط اصل کتاب و بروُ رکھ کر ترجمہ لکھا سو اس فن کے ماہرین کی خدمت شریف میں بعد سلام کے یہ عرض ہے کہ اس میں جو کہیں خطا واقع ہوئی ہو اُس کو اصلاح کر دیں اور مہربانی فرما کر فقیر کو دعائے خیر سے یاد فرماویں رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ۔

مقدمہ اس کے بیان میں کہ ہر مسلمان پر واجب اور لازم ہے کہ اپنی شادی اور غم اور رسوم و عادات میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور اُن کے اصحابوں کا رویہ اور مجتہدوں کا فرمودہ جو اہل سنت کی معتبر کتابوں میں موجود ہے عمل میں لاوے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرے چنانچہ عُبادہ بن صامت کہ آنحضرت کے صحابی ہیں فرماتے ہیں کہ بَایَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلَی السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ فِی الْعُسْرِ وَالْیُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَکْرَہِ وَعَلٰی اَثَرَۃٍ عَلَیْنَا وَعَلٰی اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ

أَهْلَهُ وَعَلَىٰ أَنْ نَقُوْلَ بِالْحَقِّ أَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ یعنی قول کیا ہم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا حکم سننے اور اُس کی تابعداری کرنے پر خواری میں اور تونگری میں اور خوشی میں اور غم میں اور اس پر کہ اگر کسی کو ہم پر بڑائی دی جاوے تو ہم برا نہ مانیں اور اس پر کہ کسی حاکم سے ہم سرتابی نہ کریں اور اُس کا جو حکم دینا اور سلطنت کے امور میں ہوئے تکرار مان لیں اور اس پر کہ ٹھیک بات کے قائل ہوں اور حق کہیں جہاں ہوں اور نہ ڈریں اللہ تعالیٰ کے حکم ادا کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے۔

مسلمان کو چاہیے کہ خلاف شریعت جاہلیت کی رسمیں پھر خواہ وہ شرک کے طرز پر ہوں یا بدعت یا گناہ سب کو یک قلم ترک کرے اور ہر حال میں سنت ہی کا اتباع کرتا رہے اس واسطے کہ نبی صاحب نے فرمایا کہ تَمَسُّكٌ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بِدْعَةٍ یعنی سنت پر چلنا بہتر ہی بدعت نکالنے سے خصوصاً ایسے وقت میں کہ لوگ سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت بلکہ واجب و فرض جانتے ہیں اور بدعت کے منع کرنے والوں اور تارکوں کے برے نام ٹھہراتے ہیں ہر شادی اور غم میں سنت ہی کو مقدم رکھنا چاہیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے ہی وقت میں سنت پر عمل کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہی مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ یعنی جس نے چنگل مارا اور عمل کیا میری سنت پر میری امت کے فساد کے وقت تو اُس کو سَو شہیدوں کا ثواب ہی اس کا سبب یہ ہی کہ شہید حقیقی جو کافروں کے مقابلے پر جہاد میں اپنی جان دیتا ہی تو ایک شہید کا ثواب پاتا ہی اور یہ شہید روحی دین کی غربت اور مفسدوں کی شرارت کے وقت جناب رسالت کی سنت کو خوب مضبوط پکڑتا ہی اور کسی کے برا کہنے سے نہیں ڈرتا تو اُس پر چاروں طرف سے طعنیں پڑتی ہیں اور تیر ملامت کا نشانہ ہو جاتا ہی اس واسطے اُس کو سَو شہید کا ثواب ملتا ہی۔ قطعہ

زخم تلوار خیر ہے ایک زخم — زخم تیغ زبان قیامت ہے
اندمالِ زخم کا تو ہے تن پر — اِس کا تو جان پر جراحت ہے

اور لوگوں کا بار ملامت اُٹھانا اور صدمات طعن و تشنیع خلائق کا متحمل ہونا اصل سنت انبیا کی ہی علیہم السلام چنانچہ حدیث شریف میں ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً الْاَنْبِیَاءُ ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ یعنی بڑے سخت آدمیوں میں بلا کے سہنے میں نبی ہیں بعد اس کے وہ لوگ جو خوبیوں سے زیادہ مشابہ ہیں پھر وہ لوگ جو ان مشابہوں کے مشابہ ہیں بہر حال اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا لحاظ سب سے بہتر ہی دنیا چند روزہ ہی آخر کو خدا ہی سے کام پڑی گا پھر وہاں جیسا کیا ویسا بھگتنا ہوگا مثل مشہور ہی جیسی کرنی ویسی بھرنی سو ہر قول و فعل میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع اللہ جل شانہ کی خوشنودی کا سبب ہی اور بہشت میں داخل ہونے کا باعث سو یہ خدا کا فضل ہی جس کو چاہے دے اللہ تعالیٰ ہمارے نصیب کرے اور اس کا انکار خدا کا قہر ہے خدا ہم کو بچاوے آمین یارب العالمین قال النبیُّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کُلُّ اُمَّتِیْ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اِلَّا مَنْ اَبٰی قِیْلَ مَنْ اَبٰی قَالَ مَنْ اَطَاعَنِیْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ اَبٰی رواہ البخاری یعنی فرمایا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری ساری امت بہشت میں داخل ہوگی مگر جس نے منہ پھیرا انکار کیا تو لوگوں نے پوچھا کہ یا حضرت انکار کون کری گا فرمایا جس نے میری تابعداری کی وہ بہشت میں داخل ہوا اور جس نے میرا حکم نہ مانا بس اُس نے انکار کیا اس حدیث کو بخاری نے روایت کیا اور آنحضرت صلعم کی اطاعت عین اطاعت خدا کی ہی قال اللہ تعالیٰ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللہَ وَمَنْ تَوَلّٰی فَمَآ اَرْسَلْنٰکَ عَلَیْہِمْ حَفِیْظًا۔ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس نے حکم مانا رسول کا تو بیشک اُس نے حکم مانا اللہ کا اور جس نے منہ پھیرا تو اے پیغمبر ہم نے تجھ کو اُن پر نگہبان تو بھیجا نہیں یعنی تم کو فقط پیغام پہنچانے کو بھیجا ہی تم اپنا کام پورا کرو تم کو اُن کے ایمان لانے نہ لانے سے کیا مطلب یہ کہ تم کو ان کا نگہبان تو کیا نہیں کہ کفر سے اُن کی حفاظت کرو اے رب ہمارے ہم نے تیرے سب حکم مانے اور تیرے نبی کی تابعداری کی سو تو ہم کو لکھ لے ماننے والوں میں۔ باب مقدمہ جس میں سنت کی ترغیب اور بدعت اور بُری رسموں

سے ترہیب کا بیان تھا تمام ہولیاں سے مسائل کا بیان شروع ہوتا ہی فَاسْئَلُ اللّٰہَ التَّوْفِیْقَ فِی ھٰذَا الْمَقَامِ وَبِہٖ اَسْتَعِیْنُ فِی کُلِّ مَرَامٍ۔

سوال۔ علماء دین اور مفتیان شرع متین ان چالیس مسئلوں کے جواب میں کیا فرماتے ہیں بیان کریں کہ اللہ تعالیٰ ثواب دے گا۔

پہلا مسئلہ۔ اولاد کے پیدا ہونے کے وقت دونوں کانوں میں اذان اور اقامت کہنا واجب ہی یا سنت یا مستحب اور نام محمد یا احمد رکھنا درست ہی یا نہیں **جواب** اذان اور اقامت کا اولاد کے کان میں کہنا مستحب ہی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت چنانچہ ترمذی اور سنن ابی داؤد میں ہی کہ ابو رافع صحابی رضؓ نے کہا کہ میں نے پیغمبر خداؐ کو امام حسن رضؓ کے کان میں اذان کہتے دیکھا جس وقت وہ پیدا ہوئے۔ اور مفتاح النجاۃ میں صاف لکھا ہی کہ جب دونوں اماموں یعنی امام حسن اور امام حسین میں سے ایک پیدا ہوئے تو داہنے کان میں پیغمبر خداؐ نے اذان کہی اور بائیں میں اقامت سیوطی نے اپنی جامع صغیر میں مسند ابو یعلیٰ سے نقل کیا ہی کہ امام حسین رضؓ سے روایت ہی کہ جس کے کوئی اولاد پیدا ہو اور وہ اُس کے داہنے کان میں اذان اور بائیں میں اقامت کہہ دے تو اُس کو ام الصبیان کا مرض جس کو جھوگا کہتے ہیں ضرر نہ کری گا اور محمد یا احمد نام رکھنا مستحب ہی صحیح بخاری اور مسلم میں ہے کہ پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ نام رکھا کرو میرے نام پر۔ اور سنن ابو داؤد میں ہی کہ پیغمبروں کے نام پر نام رکھا کرو یعنی موسیٰ عیسیٰ یحییٰ ابراہیم اسحاق اسمٰعیل وغیرہ؀ اور جامع صغیر میں سیوطی نے عبد اللہ بن عباس سے روایت لکھی ہی کہ مَنْ وُّلِدَ لَہٗ ثَلٰثَۃُ اَوْلَادٍ فَلَمْ یُسَمِّ اَحَدَھُمْ بِاسْمِ مُحَمَّدٍ فَقَدْ جَھِلَ یعنی جس کے تین

؀ احیاء العلوم میں ہی کہ جس نے نام رکھا اپنی اولاد کا کسی نبی کے نام پر تو اُس کو لعنت کرنا اور گالی دینا اور اس کا چھوٹا نام لینا اہانت اور حقارت کی راہ سے درست نہیں مگر اُس کے روبرو کہنا کہ تو ایسا ایسا ہی بغیر اُس کا نام لئے مضائقہ نہیں اور اس لڑکے کی عزت کیا کرے جس کا نام محمد اور احمد ہو حدیث میں آیا ہی کہ جب تم محمد نام رکھا کرو تو اس کی تنظیم کیا کرو ۱۲ مترجم

اولادیں پیدا ہوئیں سوا ایک کا نام بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر نہ رکھا تو بیشک اس نے اس کا ثواب نہ جانا اور اس کی برکت سے محروم رہا اور اس حدیث کو طبرانی نے کبیر میں اور ابن عدی نے کامل میں روایت کیا ہی۔

دوسرا مسئلہ۔ جو شخص لڑکے کے کان میں اذان کہے اس کو کچھ مٹھائی یا نقد دینا جائز ہی یا نہیں **جواب** اذان دینے کے مقدمے میں حدیث سے اسی قدر ثابت ہی کہ گھر میں کا بڑا مولود کے کان میں اذان واقامت کہے اور اگر کوئی اور کہہ دے تو بھی سنت ادا ہو جاتی ہے گی اُس کو کچھ دینا ثابت نہیں اور یہ ثابت نہیں کہ حضرت فاطمہؓ نے حضرتؐ کو کچھ اذان دینے کے بعد دیا ہو پھر اگر کوئی دے دیوے تو ظاہر میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا بشرطیکہ رسم نہ ٹھہرا لیوے اور لازم نہ پکڑ لے کہ خواہ مخواہ اپنے اوپر قرض اُدھار کی تکلیف اُٹھاوے لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا یعنی اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو اُس کی طاقت سے سوا سو جو کوئی اُس کو دین کے کاموں کی طرح ضرور جانے گا گنہگار ہوگا اور جو کوئی اذان کی اجرت کی نیت پر کچھ دے گا تو اذان لڑکوں کے کان میں کہنا علماء کے نزدیک عبادت ہے اور عبادت پر اجرت لینا اور دینا حنفیوں کے اصل قاعدے بموجب درست نہیں چنانچہ ہدایہ اور شرح وقایہ میں موجود ہی۔ اور اس اجرت کے حرام ہونے کی دلیل قرآن کی آیت ہی کہ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ پیغمبروں کا مقولہ ہی کہ یعنی ہماری اس ہدایت اور دینی مسائل سکھلانے کی مزدوری اللہ ہی پر ہی تم لوگوں سے کچھ مزدوری نہیں چاہتے۔ اور مستحب طریقہ لڑکوں کے کان میں اذان واقامت کہنے کا یہ ہی کہ پہلے اُس کو نہلا دیں پھر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر اُس کے دونوں کانوں میں اذان واقامت کہیں[1] اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہتے وقت دونوں طرف منہ پھیریں جیسا نماز کی اذان کہتے وقت پھیرا کرتے ہیں۔ اور بھی تحنیک کرنا چھاری سے مستحب ہی چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث صحیح میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے وارد ہی کہ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

---

[1] پہلے داہنے کان میں اذان کہیں پھر دوسرے کان میں اقامت ۱۲ مترجم

كَانَ يُؤْتٰى بِالصِّبْيَانِ فَيُبَرِّكُ عَلَيْهِمْ وَيُحَنِّكُهُمْ یعنی پیغمبر خداؐ کے پاس لائے جاتے تھے لڑکے سو آپ اُن پر برکت کی دعا کرتے تھے اور اُن کی تحنیک کرتے تھے اور تحنیک سے مراد یہ ہے کہ خرما چبا کر لڑکے کے تالو میں مل دینا اور خرمے کے سوا اور میٹھی چیز سے بھی تحنیک درست ہے لیکن خرما افضل ہے۔

تیسرا مسئلہ۔ لڑکا پیدا ہونے کے بعد دستور ہے کہ حجام اُس لڑکے کے اقربا کو مبارکباد دیتا ہے اور وہ اُس کو کچھ کپڑا یا نقد اُس کے عوض میں دیتے ہیں یہ دستور جائز ہے یا نہیں جواب ظاہر میں یہ دینا جائز معلوم ہوتا ہے اس واسطے صحابہ سے خوشی سنانے والے کو انعام دینا ثابت ہے چنانچہ کعب بن مالک کی جب توبہ قبول ہوئی تو اُنہوں نے اُس کو جس نے توبہ قبول ہونے کی بشارت دی تھی اپنے خاص کپڑے دیئے تھے صحیح بخاری وغیرہ میں یہ قصہ موجود ہے[۲] لیکن اُس خوشی سنانے والے کا اُس پر جس کو خوشی سناوے کچھ دعویٰ نہیں پہنچتا ہے کہ زمانے کا دستور اپنی دست آویز ٹھہرا کر لڑ جھگڑ کر لیوے یہ بات شرع میں ثابت نہیں بلکہ ایسے وقت کچھ دینا تبرع اور احسان ہے اور احسان میں کچھ جبر اور زبردستی نہیں ہوتی چنانچہ وَلَا جَبْرَ عَلَى الْمُتَبَرِّعِ فقہ میں موجود ہے اور جو اُس وقت کوئی گھاس وغیرہ سبز چیز سامنے لا کر مبارکباد دے جیسا کفار ہند کی رسم ہے تو اس صورت میں اُس کو تنبیہ و زجر چاہیے نہ انعام و اجر واللہ اعلم۔

چوتھا مسئلہ۔ یہ جو چھوچھک کا رسم ہندوستان میں رائج ہے کہ لڑکا پیدا ہونے کے بعد اُس کی ننہال سے کچھ غلہ کپڑا نقد آتا ہے درست ہے یا نہیں جواب یہ غلہ وغیرہ اُس لڑکے

---

[۱] لیکن آگ میں نہ پکی ہو جیسے شہد اور گنے کا رس وغیرہ اور ان مسائل کی خوب تفصیل عقیقے کے رسالے میں جو عنقریب اُس کا ترجمہ ہو چکا ہے موجود ہے جس کا جی چاہے دیکھ لے ۱۲ مترجم [۲] غزوہ تبوک میں بغیر اجازت جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عذر تین یار گھر رہ گئے تھے حضرت کی ہمراہی سے محروم رہے تھے ایک کعب دوسرے بلال تیسرے مرارہ حضرت نے اُن پر عتاب کیا کلام کرنا چھوڑ دیا اور صحابوں کو فرمایا کہ ان سے بات چیت چھوڑ دو چالیس دن کے بعد حکم کیا کہ اپنی اپنی بیبیوں سے بھی صحبت اور ارتباط ترک کرو طلاق تو نہ دو مگر فراق

کے والیوں کو بھیجنا اگر قرابت کا حق ادا کرنے کی نیت پر ہو تو درست ہے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی نئی حاجت کے وقت حضرت فاطمہ کی خبر گیری کیا کرتے تھے اس آیت کے حکم بموجب وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّہٗ یعنی دے تو رشتہ داروں کو اُن کا حق سوا اپنے اقربا کو نفع پہنچانا بلا قید رعایت اُن رسموں کے جو ہندوستان میں رائج ہیں بہتر ہے بشرطیکہ مقدور ہو اور نوبت قرض لینے کی نہ پہونچے یہ نہیں کہ اپنے نام ونشان پر مرے اور قرض کی بلائیں پڑے اور شریعت کے حکم بموجب خیر ونیکی کی دلیل قرآن کی آیت ہے وَافْعَلُوا الْخَیْرَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ یعنی نیکی کرو شاید تمہارا بھلا ہو اور اگر یہ جہالت کی رسم ادا کرنے کی نیت پر ہو تو ہرگز درست نہیں اس واسطے کہ اس میں ہندوؤں کی تشبیہ لازم آتی ہے اور تشبیہ کا حال یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو کسی قوم کا اپنے آپ کو مشابہ بناوے وہ اُسی قوم میں ہے۔

پانچواں مسئلہ۔ لڑکے کا عقیقہ اگر کسی عذر سے ساتویں دن نہ ہوسکے تو کب تک جائز ہے اور اُس کی سر کے بالوں بھر چاندی یا سونا تول کر حجام کو دینا درست ہے یا نہیں اور عقیقے کا گوشت کس طرح تقسیم کریں اور اُس کا کلّہ اور پائے کسی کو دے ڈالیں یا مع چمڑا وغیرہ زمین میں گاڑھ دیں اور جس طرح قربانی کی ہڈی توڑتے ہیں ویسے ہی اس کی بھی ہڈی توڑیں یا نہ توڑیں

جواب ساتویں دن اگر عقیقہ نہ ہوسکے تو چودھویں[۱۴] دن کریں اور اگر وہ دن بھی ٹل جاوے تو اکیسویں[۲۱] دن کریں اور حنفی علماء کے نزدیک تو عقیقہ فقط مستحب ہے کچھ فرض واجب نہیں ہے تو اگر کوئی تنگدست اور مفلس ہو اور اُس کا ہاتھ عقیقے کو نہ پہونچے تو کیا ضرور کہ اپنے سر پر قرض اُٹھاوے اور عقیقے کو فرض کی طرح ٹھہراوے اور لڑکے کے سر کے بال چاندی سے تول کر محتاج کو دینا مستحب ہے اور مونڈنے والے کو اُس کی مزدوری کے حساب میں دینا درست نہیں صدقے کے خلاف ہے اور جس کو مقدور ہو اور وہ سونے سے بال وزن کر کے خیرات کرے تو بھی درست

---

[۱] تو اس صورت میں اس کا نام چھوچک رکھنا لغو ہے ۱۲

ہی پھر اُن بالوں کو زمین میں گاڑھ دینا مستحب ہی یہ مضمون طیبی مشکوٰۃ کی شرح کا ہی بہر تقدیر یہ عقیقے کی سنت حتی المقدور ہر مسلمان کو ادا کرنا چاہئے مقدور پاکر سستی کرنا بہتر نہیں اس واسطے احمد اور ترمذی اور ابوداؤد اور نسائی سے روایت ہی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْغُلَامُ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ السَّابِعِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ یعنی لڑکا اپنے عقیقے پر گرو ہے کہ اُس کی پیدائش سے ساتویں دن ذبح ہو اور اُس لڑکے کا نام رکھا جاوے اور سر مونڈا جاوے اور عقیقے میں بہتر یہ ہی کہ لڑکا ہونے میں دو بکریاں اور لڑکی ہو تو ایک بکری ذبح کریں پھر اگر لڑکا ہونے میں بھی ایک ہی بکری ذبح کریں تو بھی کافی ہے اور نر و مادہ کا حکم عقیقے میں ایک ہی[1] اور بکرا اور دنبہ بھی جائز ہے اور اس گوشت کی تقسیم ذبح کے بعد یوں مستحب ہی کہ اُس جانور کا سر مونڈنے والے کو دیں اور ایک ران دائی جنائی یعنی جوگن کو دیں بعد اس کے باقی گوشت کے تین حصے کریں تول کر یا اندازے سے سو ایک حصہ فقیروں محتاجوں کو بانٹ دیں اور دو حصے اپنے اقربا اور ہمسایہ کے لئے طیار کریں جیسا قربانی میں کیا کرتے ہیں چنانچہ علما فرماتے ہیں حُكْمُ الْعَقِيقَةِ حُكْمُ الْأُضْحِيَّةِ یعنی حکم عقیقے کا قربانی کا سا حکم ہی تو اس صورت میں ماں باپ دادی دادا کا کھانا بھی مضائقہ نہیں اور مشہور اس کے خلاف ہی سو اُس کی کچھ اصل[2] نہیں وَلَا تُكْسَرُ عِظَامُهَا تَفَاؤُلًا وَإِنْ كُسِرَتْ فَلَا بَأْسَ بِهِ لِأَنَّ الْأُضْحِيَّةَ تُكْسَرُ عِظَامُهَا كَذَا فِي كُتُبِ الْفِقْهِ یعنی عقیقے کے جانور کی ہڈی نہ توڑی جاوے

---

[1] حدیث میں ہی وَلَا يَضُرُّكُمْ ذُكْرَانًا كُنَّ أَوْ إِنَاثًا یعنی تمہارا کچھ ضرر نہیں مذکر ہوں دونوں جانور یا مادہ ۱۲ ص

[2] چنانچہ شرح مقدمی کی عبارت ہی وهي كالأضحية في سنها وجنسها والأكل منها یعنی عقیقہ قربانی کی طرح ہے کھانے میں بھی یعنی جو اس کو کھاوے سو اُس کو کھاوے لیکن خاتم المحدثین نے حدیث كُلُّ غُلَامٍ مُرْتَهَنٌ بِعَقِيقَتِهِ سے نکالا ہی کہ اس حدیث میں رہن کی لفظ کہ گرو کے معنی پر ہی فدیہ دینے پر دلالت کرتی ہی اسی واسطے ماں باپ وغیرہ کو کہ اُس کی طرف سے فدیہ دیتے ہیں کھانا مکروہ ہی چنانچہ اسی سبب سے مسلمانوں میں یہ عادت جاری ہی کہ ماں باپ وغیرہ اس گوشت کو نہیں کھاتے اور فقہ والوں کی سمجھ کے طور پر اس حدیث میں اس معنی کا لطیف اشارہ ہے یہ تقریر تحفۃ المشتاق کی ہی واللہ اعلم بحقیقۃ الحال ۱۲ مترجم

کہ اس میں اولاد کی درستی اعضا کی فال ہی اور توڑ ڈالیں تو بھی کچھ ڈر نہیں اس واسطے کہ قربانی کی ہڈیاں توڑی جاتی ہیں اور اس کے بعضے جز زمین میں گاڑھ دینا ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ گاڑھنا مال ضائع کرنا ہی اور شریعت میں مال ضائع کرنا درست نہیں اور اُس جانور کے پائے اگر سر کے تابع جائیں تو مونڈنے والے کو دیں اور نہیں تو اپنے خرچ میں لاویں اور اُس کا چمڑا پکا کر یعنی دباغت دیکر کتاب کی جلد میں استعمال کریں یا خیرات کردیں اور عقیقے کی ذبح کے وقت کی دعا یہ ہی اللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہٖ عقیقۃ ابنی فلانٍ دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ وعظمھا بعظمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللّٰھم تقبلھا منّی واجعلھا فداء لابنی من النّار معنی یہ کہ اے اللہ یہ عقیقہ میرے بیٹے فلانے کا ہی اس کا خون اُس کے خون کے بدلے اور اُس کا گوشت اُس کے گوشت کے بدلے اور اس کی ہڈی اُس کی ہڈی کے بدلے اور اس کا چمڑا اُس کے چمڑے کے بدلے اور اس کے بال اُس کے بالوں کے بدلے اے اللہ مجھ سے یہ عقیقہ قبول کر اور کر دے اس کو میرے بیٹے کا اوں آگ سے ۔

چھٹا مسئلہ ۔ یہ جو لوگ چار برس چار مہینے چار دن چار گھڑی کی عمر میں لڑکے کا مکتب مقرر کرتے ہیں اور اُس کو بسم اللہ پڑھاتے ہیں اس کی اصل کیا ہی جائز یا ناجائز جواب لڑکے کے مکتب کا یہ طریقہ جو ہندوستان میں رائج ہے سو اس طرح پر شرع کے اصول سے جو کتاب یعنی قرآن اور سنت اور اجماع اور مجتہدوں کا قیاس ہے ثابت نہیں تو اس کا ایسا اہتمام کرنا کہ اس کو نکاح کے ولیمے کی طرح ٹھہرانا ہرگز نہ چاہئے اتنا البتہ ثابت ہی کہ عبد المطلب کی اولاد میں سے جو لڑکا گویا ہوتا بولنے لگتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس کو کلمۂ توحید اور آیت قل الحمد للہ الذی لم یتخذ ولدا آخر سورہ تک سکھلا دیتے تھے چنانچہ حصن حصین وغیرہ کتابوں میں موجود ہی اور لڑکے کے بولنے کی کوئی حد مقرر نہیں بعضے دوسرے برس میں بعضے کچھ زیادہ کم میں بولا کرتے ہیں قال العلماء اذا انطق لسانہ لُقِّنَ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ وقل الحمد للہ الذی آہ[1] واذا

---

[1] یہ آہ کی صورت اشارہ ہی الی آخرہ کا یعنی آیت کے آخر تک ۱۲

بلغ سبع سنین ختن ولا ینبغی ان یؤخر عنہ وامر بالصلوٰۃ تدریبا لما جاء فی الحدیث مروا صبیانکم بالصلوٰۃ اذا بلغوا سبعا یعنی عالم کہتے ہیں کہ جب لڑکے کی زبان چلے یعنی باتیں کرنا شروع ہو تو اُس کو کلمہ طیب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور آیت قل الحمد للہ الذی آخر تک سکھلا دیں اور جب سات برس کو پہنچے تو اُس کا ختنہ کریں اور اس سے دیر کرنا بہتر نہیں اور اُس کو نماز کا حکم کریں تاکہ اُس کی عادت ہو رہے آگے کو نماز قضا نہ کرے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ حکم کرو اپنے لڑکوں کو نماز کا جب وہ سات برس کے ہوں۔ اور شرعۃ الاسلام کی شرح میں لکھا ہے کہ لڑکوں کا مکتب جو اس مدت معین میں ہوتا ہے بعضے توجیہ کرتے ہیں کہ حضرت کا سینہ مبارک جو اول مرتبہ شق ہوا تھا تو آپ کا سن شریف چار برس کا تھا اس کے بعد لکھا ہے والمشہور انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کان لہ حینئذٍ ثلث سنین یعنی اور مشہور یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اُس وقت تین برس کے تھے تو اُس قول سے پہلی توجیہ ضعیف ہو گئی اور یہی ٹھیک رہا کہ اس تعیین کے شرع میں کچھ اصل نہیں۔

ساتواں مسئلہ بعد اس مکتب کے شیرینی یا کھانا برادری میں بانٹنا جائز ہے یا نہیں

جواب شرع شریف میں خوشی اور سرور کا وقت کوئی نعمت حاصل ہونے کے بعد مقرر ہوا ہے جیسے ولیمہ نکاح کے بعد اور عقیقہ تولد کے بعد اور پہلے سے نعمت ملنے کی امید پر خوشی کرنا نہیں آیا سو یہ شیرینی تقسیم کرنا مسنون تو نہیں ہے بہت ہوگا تو مباح ہوگا اس واسطے کہ جس سبب سے یہ شیرینی تقسیم ہوتی ہے یعنی مکتب کی خوشی وہی مسنون نہیں تا باین چہ رسد سو مباح ہونے کی بھی یہ شرط ہے کہ اس میں ریا اور سمعہ یعنی لوگوں کو دکھانا اور سنانا منظور ہو اور خواہ مخواہ اس کے لازم کر لینے کی نیت نہ ہو اور نہیں تو مکروہ ہے اور حضرت عمرؓ جب سورۂ بقرہ سیکھ چکے تھے تو اونٹ ذبح کر کے اپنے دوستوں کو کھلایا تھا چنانچہ تفسیر فتح العزیز میں مذکور ہے تو اس روایت سے معلوم ہوا کہ نعمت حاصل کرنے کے بعد علی الخصوص جب وہ نعمت دینی ہو اپنے دوستوں کو کھانا کھلانا یا شیرینی تقسیم کرنا جائز ہے اسی سبب سے ان شہروں میں قرآن شریف کے ختم کے بعد

خوشی کرتے ہیں اور کھانا یا مٹھائی دوستوں آشناؤں کو کھلاتے ہیں اور اس کو نشرہ دیتے ہیں سو یہ طریقہ جائز بلکہ مستحب ہے اور تحصیل علم سے فراغ کے بعد بھی خوشی کرنا اسی قبیل سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

آٹھواں مسئلہ۔ لڑکوں کی ختنے اور لڑکیوں کے کان چھیدنے میں شیرینی یا کھانا بانٹنا کیسا ہی جائز یا نہیں جواب ختنے کی خوشی میں دعوت کرنا اور کھانا بانٹنا جائز بلکہ مستحب ہے چنانچہ شیخ عبدالحق نے مشکوٰۃ کی عربی شرح میں لکھا ہے ایسے ہی اگر کوئی شیرینی تقسیم کرے تو بھی جائز اور مباح ہوگا اور لڑکیوں کے کان چھیدتے وقت طعام و شیرینی تقسیم کرنا کسی کتاب میں نظر نہیں پڑا ظاہرا ہندوستان کی رسم معلوم ہوتی ہے اور فقہ کی کتابوں درمختار وغیرہ میں اسی قدر آیا ہے کہ لا باس بثقب اذن البنت یعنی بیٹی کا کان چھیدنا کچھ مضائقہ نہیں اور حمادیہ میں واقعات حسامیہ سے یوں نقل کیا ہے وَلَا بَاسَ بِثَقْبِ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ الْبَنَاتِ لِاَنَّهُمْ كَانُوا يَفْعَلُونَ ذٰلِكَ فِي زَمَنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مِنْ غَيْرِ اِنْكَارٍ یعنی اور کچھ ڈر نہیں کہ لڑکیوں کا کان چھیدا جاوے اس واسطے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی لوگ یہ کام کیا کرتے تھے بغیر انکار کے یعنی صحابہ ایک دوسرے کو منع نہیں کرتے تھے اور نصاب الاحتساب میں اس عبارت سے آیا ہے کہ لَا بَاسَ بِثَقْبِ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ النِّسَاءِ وَفِيْهِ دَلِيْلٌ عَلٰى اَنَّ ثَقْبَ اُذُنِ الطِّفْلِ مِنَ الذُّكُوْرِ مَكْرُوْهٌ فَيُحْتَسَبُ عَلٰى مَنْ فَعَلَهٗ یعنی لڑکیوں کا کان چھیدنا برا نہیں اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ کان چھیدنا لڑکوں کا مکروہ ہے تو جو کوئی لڑکوں کا کان چھیدے تو اس سے احتساب لیا جاوے گا یعنی قاضی اس کو تنبیہ کردے گا اور اس کام پر زجر کرے گا۔

نواں مسئلہ۔ ختنے کے وقت لڑکوں کو نشے کی چیز کھلانا اور ان کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا جائز ہے یا نہیں جواب نشے کی چیز نابالغ کو کھلانا لڑکا ہو یا لڑکی حرام ہے جیسا بالغ مرد و عورت دونوں کو حرام ہے اور ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا لڑکوں کے حرام ہے

کہ اُن کو مرد بالغ کا حکم ہے اور مرد کو تو مہندی حرام ہی ہے اور لڑکیوں کو جائز ہے جیسے عورت جوان کو جائز ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہے وَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّخْضَبَ یَدُ الصَّبِیِّ وَرِجْلُہٗ بِالْحِنَّاءِ وَیَحْرُمُ عَلَی الصَّبِیِّ شُرْبُ الْخَمْرِ وَاَکْلُ الْمَیْتَۃِ وَالْاِثْمُ عَلَی الَّذِیْ سَقَاہُ وَاَکْلَہٗ یعنی اور لائق نہیں چھوٹے لڑکے کے ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگنا اور حرام ہے لڑکے کو خمر یعنی نشے کی چیز پینا اور مردہ کھانا اور گناہ اُس پر ہوگا جس نے اُس کو پلایا اور کھلایا اور حدیث میں آیا ہے کہ اَلْخَمْرُ مَا خَامَرَ الْعَقْلَ یعنی خمر وہ چیز ہے جو چھپا دیوے عقل کو اور یہ بھی آیا ہے کہ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ یعنی نشہ لانے والی چیز حرام ہے تو جو چیز بالغ مردوں کو جائز ہے لڑکے نابالغ کو بھی جائز ہے اور جو کچھ عورتوں بالغہ کو درست ہے لڑکی نابالغہ کو بھی درست ہے اور جو کچھ ان دونوں کو مباح نہیں ہے لڑکا لڑکی دونوں کو مباح نہیں اور نشے کی چیز مرد عورت دونوں پر حرام ہے سو اُن کی اتباع کے سبب لڑکی لڑکا کو بھی حرام ہے اور اِس کا باقی بیان آگے آوے گا۔

دسواں مسئلہ - زیور اور ریشمین کپڑا چھوٹے لڑکوں کو جو غیر مکلف ہیں پہنانا جائز ہے یا نہیں اور اگر مردوں کی بے اجازت عورتیں اپنے پاس سے ریشمین کپڑا یا زیور بنا کر لڑکوں کو پہناویں تو درست ہے یا نہیں **جواب** سونے روپے کا زیور اور ریشمین کپڑا لڑکوں کو پہنانا مکروہ ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے وَیُکْرَہُ اَنْ یُّلْبِسَ الذُّکُوْرَ مِنَ الصِّبْیَانِ الذَّہَبَ وَالْحَرِیْرَ لِاَنَّ التَّحْرِیْمَ لَمَّا ثَبَتَ فِیْ حَقِّ الذُّکُوْرِ وَحَرُمَ اللُّبْسُ حَرُمَ الْاِلْبَاسُ کَالْخَمْرِ لَمَّا حَرُمَ شُرْبُہٗ حَرُمَ سَقْیُہٗ یعنی مکروہ ہے لڑکوں کو سونا اور ریشم پہنانا اس لئے کہ جب مردوں کے حق میں اس کی حرمت ثابت ہوئی اور پہننا حرام ٹھہرا تو پہنانا بھی حرام ہوا جیسے شراب کا پینا پلانا دونوں حرام ہیں اور یہ بھی ہدایہ میں ہے وَلَا یَجُوْزُ لِلرِّجَالِ التَّحَلِّیْ بِالذَّہَبِ لِمَا رَوَیْنَا وَلَا بِالْفِضَّۃِ لِاَنَّہٗ فِیْ مَعْنَاہُ یعنے مردوں کو سونے کا زیور پہننا جائز نہیں اور نہ چاندی کا اس واسطے کہ اُس کا بھی یہی حال ہے۔ اور

سلہ تو اس سے واضح ہوا کہ افیون اور پوست اور گانجا اور چرس اور بھنگ و بوزہ اور دھرا اور تاڑی اور مدک اور شیرے کی شراب پھر خواہ اس کی معجون بنا دیا مٹھائی میں ملاؤ سب حرام ہے ۱۲ مترجم

نصاب الاحتساب میں شرح طحاوی کبیر سے لکھا ہو وَیُکرَہُ لِبَاسُ الحَرِیرِ لِلرِّجَالِ وَالصِّبیَانِ مِنَ الذُّکُورِ وَکَذٰلِکَ الذَّھَبُ وَالفِضَّۃُ یعنی اور مکروہ ہو پہننا ریشم کا مردوں اور لڑکوں کو اور ایسے ہی سونا اور چاندی مکروہ ہے اور اُسی کتاب میں ہو وَیُکرَہُ لِلذُّکُورِ الصِّغَارِ الخَلخَالُ وَالسِّوَارُ یعنی مکروہ چھوٹے لڑکوں کو گجرے اور کڑے پہننا اور اگر عورتیں مردوں کی بے اجازت اپنے مال سے لڑکوں کو یہ چیزیں پہناویں تو مردوں کو چاہیے کہ اُن کو روکیں اور ڈانٹ دیں کہ اس حرکت سے باز رہیں اور لڑکوں سے اتار ڈالیں کہ بری چیز کا دور کرنا ضرور ہو مشکوٰۃ کی حدیث موجود ہو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَن رَأیٰ مِنکُم مُنکَرًا فَلیُغَیِّرہُ بِیَدِہٖ آخر حدیث تک اور اگر وہ بھی درگزر کریں گے اور اس خرابی کو درہم برہم نہ کریں گے تو گناہ میں شریک ہوں گے۔ اور یہ جو مکروہ کی لفظ ان عبارتوں میں واقع ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہو یعنی حرام کے نزدیک نہ تنزیہی جو حلال سے قریب ہے۔

گیارہواں مسئلہ۔ دستور ہو کہ قبل نکاح دولہن کے گھر سے کچھ نقد کپڑا وغیرہ دولہا کے گھر بھجواتے ہیں[1] اور حجام اور بھاٹ وغیرہ اس کے لیجانے والے کو کچھ انعام دیا کرتے ہیں اس کا کیا حال ہو جائز ہو یا ناجائز جواب اس سوال کا خلاصہ جواب یہ ہو کہ ایسے امور میں رسم کا لحاظ کرے اور عمل میں لاوے اور بغیر لازم کئے کرلے تو خیر کچھ مضائقہ نہیں اور پہنچانے والے کو دینا دو حال سے خالی نہیں یا اُس کی فردوری میں دے تو وہ جدی بات ہو اُس میں کلام نہیں یا احسان کی راہ سے دے تو اس میں اس کو جھگڑنا نہیں پہنچتا کہ جھنجھکر کے زیادہ مانگے کیونکہ تبرع اور احسان پر جبر درست نہیں چنانچہ اس کا حال تیسرے مسئلے میں گزر چکا

بارہواں مسئلہ۔ ولیمے کا کھانا برادری کے واسطے پکوانا قبل نکاح کے چاہیئے یا بعد نکاح کے پھر اگر بعد نکاح کے پکواویں تو کے دن تک درست ہو جواب ولیمے کا کھانا پکوانا سنت تو بعد ہی نکاح کے ہے اور پہلے سنت نہیں ہو زین العرب نے مشکوٰۃ کے حاشیے

---

[1] یہ رسم بعض شہروں میں ہوتی ہے ١٢ مترجم

میں لکھا ہے اِنَّ الْوَلِیْمَۃَ تَکُوْنُ بَعْدَ الدُّخُوْلِ وَقِیْلَ عِنْدَ الْعَقْدِ وَقِیْلَ عِنْدَ ھُمَا یعنے
ولیمہ عورت سے صحبت کے بعد چاہیے اور بعضوں نے کہا نکاح کے وقت اور بعضوں نے کہا
صحبت اور نکاح دونوں کے وقت چاہیے اِس عبارت سے معلوم ہوا کہ ولیمہ اُس کھانے
کو کہتے ہیں جو نکاح کے وقت یا نکاح کے بعد اور کسی خوشی جیسے ختنہ وغیرہ کے بعد پکایا جاوے۔
اور یہ جو رواج ہے کہ لڑکی کی طرف والے برات کے لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں سو یہ اگر بطور ضیافت
ہوا اور وہ شخص مقدور والا ہوا اور نام اور نمود کا لحاظ نہ ہوا اور نوبت قرض اور سودی روپے
لینے کی نہ پہونچے اور اُس کو خواہ مخواہ لازم نہ کرلے تو درست ہے اور اس کھانے کے قبول
کرنے کی ایک بڑی شرط یہ ہے کہ راگ باجے اور اور بُرے کھیل تماشے کی چیزوں سے خالی
ہو چنانچہ امام محمد غزالیؒ نے اپنی کتاب احیاء العلوم میں مُنکراتِ ضیافت کے بیان میں لکھا
ہے وَمِنْهَا سَمَاعُ الْاَوْتَارِ وَسَمَاعُ الْقَیْنَاتِ وَمِنْهَا اجْتِمَاعُ النِّسَاءِ عَلَی السَّطْحِ تَنْظُرْ اِلَی
الرِّجَالِ مَهْمَا کَانَ فِی الرِّجَالِ شَابٌّ یَخَافُ الْفِتْنَۃَ بَیْنَهُمْ فَکُلُّ ذٰلِكَ مَحْظُوْرٌ مُنْکَرٌ
یَجِبُ تَغْیِیْرُہٗ وَمَنْ عَجَزَ عَنْ تَغْیِیْرِہٖ لَزِمَہُ الْخُرُوْجُ وَلَمْ یَجُزْ لَہُ الْجُلُوْسُ فَلَا رُخْصَۃَ
فِی الْجُلُوْسِ فِی مُشَاهَدَۃِ الْمُنْکَرَاتِ یعنی منجملہ ضیافت کی برائیوں میں سے تار کے باجے سننا
اور فاحشہ عورتوں کا راگ سننا ہے اور عورتوں کا چھت پر جمع ہونا کہ جوان مردوں کو تکیں
اور فساد کا خوف ہو سو یہ سب بری ممنوع چیزیں ہیں کہ ان کا دفع کرنا واجب ہے پھر جس سے
دفع نہ ہو سکے تو اُس کو وہاں سے چلا آنا لازم ہے اور بیٹھنا درست نہیں اس واسطے کہ جہاں
بُری چیزیں دیکھنا پڑیں وہاں بیٹھنے کی شرع میں رخصت نہیں۔ باقی رہا حال ولیمے کی دعوت
کا سو اس کو قبول کرنا اور کھانا جائز بلکہ سنت ہے بشرطیکہ وہ بھی ان شرعی برائیوں سے خالی
ہو اور کوئی بدعت اور شرک کی رسم اُس میں واقع نہ ہو نہیں تو اُس کا کھانا بھی جائز نہ ہوگا
بلکہ اگر سابق سے معلوم ہو کہ اُس مجلس میں بدعات ہوں گے تو وہاں جانے ہی سے پرہیز کرے
اور ایک برائی ولیمے کے کھانے میں یہ ہے کہ امیروں کو بلائیں اور مسکینوں کو چھوڑ دیں چنانچہ

مشکوۃ میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حدیث نقل کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَةِ یُدْعیٰ لَهَا الْاَغْنِیَاءُ وَیُتْرَكُ الْفُقَرَاءُ وَمَنْ تَرَكَ الدَّعْوَةَ عَصَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ یعنی برا کھانوں میں ولیمے کا کھانا ہے جس میں غنی بلائے جاویں اور فقیر چھوڑ دیے جاویں اور جو کوئی دعوت کی اجابت نہ کرے وہ اللہ و رسول کا گنہگار ہے پھر اگر ان جانتے اُس مجلس میں جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں بدعات پائیں تو وہ جانے والا اگر منع کی طاقت رکھتا ہو تو منع کرے اور اس خرابی سے روکے اور اگر منع پر قادر نہ ہو تو پھر اگر وہ شخص مقتدا ہے اور لوگ اُس کی سند پکڑتے ہیں تو جھٹ چلا آوے تاکہ اس کی پیروی لوگ نہ نہ پکڑیں اور اگر ایسا نہیں ہے عامی آدمی ہے تو اگر بیٹھ جاوے اور کھانا کھالیوے تو جائز ہے اس لئے کہ دعوت کا اجابت کرنا سنت ہے سو بدعت کے سبب چھوڑا نہ جائے گا جیسے ایک جنازہ میں پیٹنے والی عورت ساتھ ہو تو اُس کی نماز پڑھ لینا درست ہے چنانچہ بعینہ یہ مضمون شرح وقایہ میں موجود ہے اِعْلَمْ اَنَّهُ لَا یَخْلُوْ اَنَّهُ اِنْ عَلِمَ قَبْلَ الْحُضُوْرِ اَنَّ هُنَاكَ لَهْوًا لَا یَجُوْزُ الْحُضُوْرُ وَاِنْ لَمْ یَعْلَمْ قَبْلَ ذٰلِكَ لٰكِنْ هَجَمَ بَعْدَهٗ فَاِنْ كَانَ قَادِرًا عَلَی الْمَنْعِ یَمْنَعُ وَ اِنْ لَمْ یَكُنْ قَادِرًا فَاِنْ كَانَ الرَّجُلُ مُقْتَدًی یَخْرُجُ لِئَلَّا یَقْتَدِیَ النَّاسُ بِهٖ وَاِنْ لَمْ یَكُنْ مُقْتَدًی فَاِنْ قَعَدَ وَاَكَلَ جَازَ لِاَنَّ اِجَابَةَ الدَّعْوَةِ سُنَّةٌ فَلَا تُتْرَكُ بِسَبَبِ بِدْعَةٍ كَصَلٰوةِ الْجَنَازَةِ تَحْضُرُهَا النَّائِحَةُ اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر لکھا گیا سو عامی آدمی جو اک مجلس میں ہو اُس کو بھی اتنا ضرور ہے کہ اس فعل کو دل میں برا جانتا رہے حدیث میں آیا ہے فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ ذٰلِكَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ یعنی اگر زبان سے بھی منع کی طاقت نہ رکھے تو دل سے برا جانے اور یہ بودا درجہ ایمان کا ہے اور جو شخص دل سے بھی برا نہ جانے تو ایمان جانے کا خوف ہے خدا محفوظ رکھے۔

تیرھواں مسئلہ۔ ہندوستان کی رسم ہے کہ چند روز نکاح سے پہلے دلہن کو علیحدہ مکان میں بٹھلاتے ہیں اور آنگن میں بھی نہیں نکلنے دیتے یہ کیسی بات ہے جائز یا ناجائز اور یہ بھی

رسم ہی کہ شادی کے وقت نوتے میں کچھ دیا کرتے ہیں اس کا کیا حال درست ہی یا نادرست
جواب ایسے کام مباحات کی قسم سے ہیں کہ ان کا کرنا نہ کرنا برابر ہی اور فعل مباح کے
کرنے نہ کرنے دونوں پر اصرار اور ہٹ مکروہ ہے چنانچہ ملا علی قاری نے مشکوٰۃ کی شرح
میں لکھا ہی کہ مَنْ اصرَّ علیٰ امرٍ مندوبٍ وجعلہٗ عزماً ولم یَعْمَلْ بالرخصۃِ فقد اصاب
منہ الشیطانُ من الاضلال فکیف مَنْ اَصَرَّ علی بدعۃٍ ومنکرٍ یعنی جس نے کسی امر
مستحب پر اصرار کیا اور کر ڈالا اُس کو عزیمت[۱] اور رخصت پر عمل نہ کیا تو بیشک پہنچا اُس سے شیطان
کو ایک حصہ گمراہی کا سو کیا حال ہی اُس کا جس نے بدعت اور بُرائی پر اصرار کیا اور نیوتے
کی رسم میں مال خرچنا اپنی برادری میں بطریق صلہ رحم مباح ہے اپنے مقدور موافق دے دے
اور بے مقدوری کی حالت میں قرض لے کر ایسے کاموں میں لگانا کچھ نہیں کہ اس کو قرض
ادا کرنا واجب ہوگا اور ایسے مباح کاموں میں قرض لینا بہتر نہیں اللہ جس کو چاہتا ہی سیدھی
راہ بتلاتا ہے۔

چودہواں مسئلہ۔ برات رخصت ہوتے وقت دولہا کو بطریق سلامی کچھ دیا کرتے
ہیں اور دولہن بھی دولہا کے گھر جاتی ہی تو اُس کو بھی مُنہ دکھائی دیتے ہیں یہ کیا رسم ہی جائز یا
یا ناجائز **جواب** شریعت محمدیہ میں ان چیزوں کی کچھ اصل تو ثابت نہیں مگر ظاہرا ایسے کاموں
کا مباح ہونا معلوم ہوتا ہی اور مباح کام کا اپنے ذمے پر لازم کرنا ضرور نہیں چنانچہ یہ حال

---

[۱] عزیمت اور رخصت اصول کے علم کی اصطلاحیں ہیں ان کو اس مقام پر اتنا سمجھ لیا چاہئے کہ مثلاً ایک کام ہی کہ جس کی دونوں شکلیں جائز ہیں کرنے کی بھی اور نہ کرنے کی بھی اور لیکن ایک شق میں ثواب ہی اور دوسری میں ثواب نہ عذاب شکلت مثلاً کوئی شخص کسی مسلمان کو قتل کرنے لگے اور کہے کہ تو کفر کا کلمہ کہہ لے تو میں تجھ کو چھوڑ دونگا نہیں تو مار ڈالوں گا تو وہ مسلمان اگر دل میں ایمان مضبوط رکھے اور زبان سے کہہ لے تو رخصت ہی یعنی درست ہی اور اگر نہ کہے اور مارا جائے تو عزیمت ہی یعنی بہت ثواب ہوگا کتاب والے کا مطلب یہ کہ ایسے کام جو اعمال میں واقع ہوں تو آدمی کو چاہیے کبھی رخصت پر بھی عمل کر لے ہمیشہ عزیمت کا مقید نہ رہے نہیں تو شیطان خوش ہوگا ۱۲ مترجم

ابھی گزر چکا اور ایسی چیز کا لازم کر لینا جس کی کچھ اصل بھی شرع کی چاروں دلیلوں سے کہ کتاب وسنت واجماع وقیاس ہے ثابت نہ ہو جائز نہیں بلکہ دین میں ایک نئی چیز نکالنا ہے تو جو کچھ اپنے دل کی رغبت سے دے دیں مباح ہے اور جو بے مقدوری یا اور کبھی سبب سے نہ دیں تو کچھ شرعی ملامت نہیں۔

پندرہواں مسئلہ۔ رسم ہے کہ لڑکا بیاہا جائے یا لڑکی کا نکاح ہو تو ننہال کی عورتیں کچھ نقد زیور کپڑا وغیرہ اپنے ساتھ لاتی ہیں اور کبھی آپ ہی شادی کا ذمہ کر لیتی ہیں یہ طور شرع شریف میں درست ہے یا نہیں **جواب** ایسے کام شریعت کے اصول کے قاعدوں بموجب درست ہیں بشرطیکہ ان میں برادری کے حقوق ادا کرنے کی نیت ہو چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہؓ عنہا سے بطور صلے کے ایسا معاملہ کیا ہی کرتے تھے تو اس طرح کا دینا بلا کراہت مباح بلکہ مستحب ہے پھر اگر کوئی اس میں اپنے آپس میں بڑائی اور نام آوری کی نیت کر لے اور شہرت مقصود ٹھہراوے تو البتہ درست نہیں بلکہ مکروہ ہے کہ مال خرچنے میں تفاخر اور نام آوری کا لحاظ بیشک شرع میں مذموم اور بُرا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَاَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنْ یَّنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ یعنی تحقیق اللہ نہیں دیکھتا تمہاری صورتوں اور تمہارے مالوں کو لیکن دیکھتا ہے تمہارے دلوں اور کاموں کو یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے مسلم کی روایت سے۔

سولھواں مسئلہ۔ بغیر حاجت دولہا کو نہلانا اور رسوا کسمی لباس کے سفید کپڑے پہنانا

اے مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو تم اگرچہ اپنی صورتیں شرع کے حکم موافق بنا لو اور اپنے مال موقع موقع بموجب حکم کے خرچو لیکن نیت تمہاری بخیر نہ ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کو منظور نہیں بلکہ جب تم اخلاص سے اچھی نیت کر کے اور اللہ کا حکم جان کے ایسے کام کرو تب قبول ہوں اچھے کام بری نیت سے برے ہو جاتے ہیں البتہ برے کام اچھی نیت سے اچھے نہیں ہوتے سو اگر تم یہ کام رسم کے طور پر کرو گے اور جو کوئی روکے تو اس سے یوں تقریر بناؤ گے کہ ہم یہ اچھی نیت سے برادری کے حقوق ادا کرنے کے لئے کرتے ہیں تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اس کا جواب دے لے گا ۱۲ مترجم

اور اگرچہ دُلہن کا گھر قریب ہو تب بھی دولہا کو سوار کرنا اور برات کے لوگوں کے ساتھ گشت دینا درست ہی یا نہیں **جواب** یہ نہلانا شرع میں نہ مستحب و سنت اگر بدن کو پاک صاف کرنے کو کوئی نہالے تو درجہ مباح تک پہنچ جائے گا اور جس مباح کو جاہل لوگ واجب یا سنت ٹھہرالیں تو وہ مکروہ ہو جاتا ہے چنانچہ اس کا بیان گزر چکا اور سفید لباس پہنانا درست ہی شرعہ سے حماویہ میں نقل کیا ہی کہ اَحبُّ الالوانِ البیاضُ والنظرُ الی الخضرِ یزیدُ فی البصرِ وقد لَبِسَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہِ والہٖ وسلم البردَ الاخضرَ یعنی پیارا رنگ سفید ہی اور سبز رنگ کو دیکھنے سے نظر بڑھتی ہی اور بیشک پیغمبر خدا نے سبز چادریں اوڑھی ہیں اور ایسے ہی وہ لباس جو سبز و سیاہ و زرد کہ زعفران سے نہ رنگا ہوا ور زعفران کے رنگے کپڑے سے مشابہ بھی نہ ہو جائز ہی اور جو کپڑا کُسم کے پیلے رنگ میں رنگا ہو اُس کا پہننا بھی مکروہ ہی اور سوا کُسم کے اور چیز کا رنگا کپڑا سُرخ پہننا بھی مختلف فیہ ہے بعضوں نے جائز بعضوں نے ناجائز کہا ہی اس کا ترک بہتر ہی چنانچہ حماویہ میں مذکور ہی کہ امام حسن نے پیغمبر خدا سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا وایاکم والحمرۃَ فانّہا من زینۃِ الشَّیطانِ فانَّ الشَّیطانَ یُحبُّ الحُمرۃَ یعنی بچو سرخی سے اس واسطے کہ سُرخ چیز شیطان کی زینت ہی تو بیشک شیطان کو اچھی معلوم ہوتی ہی سرخی اور دولہا کا سوار ہونا اور براتیوں کو ساتھ لے کر اپنی شوکت ظاہر کرنے کو گشت کرنا جائز نہیں چنانچہ مولانا شاہ عبد العزیزؒ کے بعضے رسالوں میں جو نکاح کی بُری رسوم کی ممانعت میں لکھے ہیں مذکور ہے ولا یجوز تضییعُ المال باحراق النار ودوا الکاغذ و رکوب الخیل والطوفُ بالبلد من غیرِ حاجۃٍ قال اللّٰہ تعالیٰ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارِھم بطرًا ورِئاءَ النّاسِ واظہار المعازفِ والمزامیرِ والملاھی و اظہار لُعبِ اللّعابینَ وسترحیطانِ البیتِ بالثیابِ الجمیلۃِ تزیینًا ودخول النساءِ الاجنبیاتِ علی الزوجِ بعدَ الفراغ من العقدِ وکلامھنّ معہٗ ومسّ انفہٖ واذنہٖ ووضعُ النباتِ علی جسدِ الزوجۃِ وامر الزوج بان یرفعہٗ بلسانہٖ وخوف

النساءِ حول الزوج والزوجةِ عند الخلوة کلّہ من البدعاتِ المحرّمۃِ یعنی اور نہیں جائز ہی مال ضائع کرنا یا رود اڑانے اور کاغذ جلانے میں اور گھوڑوں پر چڑھنا اور بے حاجت شہر میں پھرنا فرمایا اللہ تعالیٰ نے اور نہ ہو جاؤ اُن کی طرح جو نکلے اپنے گھر سے اتراتے اور لوگوں کے دکھلانے کو اور باجے اور غفلت کی چیز اور کھلاڑیوں کا کھیل ظاہر کرنا اور زینت کے لئے اچھے کپڑوں سے گھر کا دروازہ منڈھنا یا پردہ ڈالنا اور نکاح کے بعد اجنبی عورتوں کا دولہا کے پاس جانا اور اُس سے ہمکلام ہونا اور اُس کی ناک اور کان چھونا اور دُلہن کے جسم پر مصری رکھ کر دولہا کی زبان سے اُٹھوانا اور اکھٹا ہونا عورتوں کا دولہا دُلہن کے آس پاس خلوت کے وقت یہ سب بدعتیں ہیں حرام فقط مگر ہاں اگر دُلہن کا گھر دور ہو کہ دولہا اور لوگ پیادہ نہ چل سکیں تو اس ضرورت کے سبب سوار ہونا مضائقہ نہیں۔

سترہواں مسئلہ۔ دولہا کو کپڑے پہناتے وقت برادری کے لوگ حجام کو اپنے اپنے مقدور بھر کچھ کچھ دیا کرتے ہیں یہ کیسا ہے درست ہے یا نا درست **جواب** ایسے مسئلے کا جواب کئی بار گزر چکا کہ یہ دینا مباح کے درجہ تک پہونچے گا حجام کو جھگڑا نہیں پہنچتا احسان کرنے میں جبر و اکراہ کو راہ نہیں جو چاہے سو دے دے۔

اٹھارہواں مسئلہ۔ ساچق یعنی سوہابری کا دن مقرر کرنا اور اُس دن میوہ اور شیرینی اور کپڑوں کے تھان اور جوڑا اور خوشبو وغیرہ دلہن کے گھر بھیجنا جائز ہی یا نہیں اور بعضے لوگوں میں حنابندی کی بھی رسم ہے کہ دلہن کے گھر سے ایک معین دن میں سوہابری کے بعد دولہا کے گھر مہندی بھیجتے ہیں اور دولہا کے ہاتھ پاؤں میں لگاتے ہیں درست ہے یا نہیں **جواب** میوہ شیرینی کپڑے وغیرہ دولہا کے گھر سے دلہن کے گھر بھیجنا درست ہی اس کا کوئی دن مقرر نہیں بلکہ ایسی چیزیں بطور تحفہ بلا تعین دن کے بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوا ہی چنانچہ تفسیر معالم التنزیل میں ہی فَانکحہا رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زیدًا فدخل بہا وساق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیہا عشرۃ دنانیر وستین

درهمًا وخمارًا ودرعًا وازارًا وملحفةً وخمسين مُدًّا من طعامٍ وثلثين صاعًا من تمرٍ
یعنی پھر نکاح کر دیا حضرت نے زینب بنت جحش کا زید اپنے لے پالک بیٹے سے سو انہوں نے
صحبت کی اُس سے اور بھیجا تھا پہلے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب کو دس دینار اور ساٹھ
درہم اور ایک اوڑھنی اور ایک چادر اور ایک تہبند اور ایک لحاف اور پچاس مُد غلہ گیہوں
کے اور تیس صاع چھوارے فقط اور ان چیزوں کے بھیجتے وقت کچھ تجمل اور آرائش کا اتفاق
نہیں ہوا تھا اور دولہا کی طرف تحفہ بھیجنا تو ثابت ہوا مگر یہ جو یہاں رسم ہے کہ سو ہابری کے ساتھ
آرائش اور ڈھول تاشے ناچ وغیرہ حرام چیزیں کرتے ہیں یہ محض بے اصل ہیں اور سخت
گناہ تو مسلمان دیندار کو لازم ہے کہ جس چیز کی اصل شرع میں پائی جاوے وہ تو بے تامل
عمل میں لاوے اور جس کی اصل نہ ہو اور وہ نامشروع اور ممنوع ہو اُس کے پاس نہ آوے اور
اپنے آپس میں بڑائی اور نام آوری کے لئے رسوم باطلہ کا پابند ہونا اور خدا اور رسول کی رضامندی
کھونا ہرگز درست نہیں اور آرائش کا یہ حال ہے کہ اس میں اسراف صریح اور کاغذ کی
بے ادبی ہے جس پر خدا رسول کا نام لکھا جاوے اس کو ایسے بیہودہ صرف میں لاوے چنانچہ
مرآۃ[1] الصفا والے نے لکھا ہے کہ یہ جو شادی میں کاغذ کے درخت بناتے ہیں سو کاغذ پر اللہ
تعالیٰ کا نام لکھا جاتا ہے تو اُس کے بنانے والے اور اُس پر راضی ہونے والے سب خدا کے
عذاب میں گرفتار ہوں گے فقط اور حنابندی کی رسم کا حال نویں مسئلے میں گزرا کہ بالغ مرد بلکہ
چھوٹے لڑکے کو بھی مہندی لگانا تھوڑی ہو یا بہت شادی میں ہو یا بغیر شادی درست
نہیں اور اشباہ ونظائر میں اس عبارت سے موجود ہے کہ ماحرم علی البالغ فعلہ حرم
علیہ فعلہ لولدہ الصغیر فلا یجوز ان یسقیہ خمرًا ولا ان یلبسہ حریرًا ولا ان
یخضب یدہ بحناءٍ اور رجلہ یعنی جو چیز بالغ مرد کو خود کرنا حرام ہے وہ اپنے نابالغ لڑکے
کے واسطے عمل میں لانا بھی حرام ہے تو اُس کو شراب پلانا اور ریشمین کپڑا پہنانا اور اُس کے

[1] مرآۃ الصفا فی سنۃ المصطفےٰ کتاب کا نام ہے ۱۲ مترجم

ہاتھ پاؤں مہندی سے رنگنا نہیں درست اور نصاب الاحتساب میں ہی ولا ینبغی خضاب الید والرجل للذکور صغیراً کان او کبیراً ولا باس بہ للنساءِ یعنی مردوں کو لائق نہیں اپنے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا لڑکا ہو یا بڑا اور اور عورتوں کو کچھ ڈر نہیں فقط ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ مہندی کا استعمال مردوں کو حرام ہی جیسے ریشمین کپڑا اور سونا چاندی حرام ہی اگرچہ چھوٹے ہی لڑکے کیوں نہ ہوں لیکن عورتوں کو البتہ درست بلکہ سنت ہی چنانچہ فتاوی حمادیہ میں کنز العباد سے منقول ہی کہ الحناء سنۃٌ للنساءِ ویکرہ لغیرھن کالامرد والخناثی والرجال لانہ تشبۃٌ بھن وکذا تشبہ المراۃ بالرجل مکروہٌ یعنی عورتوں کو حنابندی سنت ہی اور ان کے سوا[1] اوروں کو مثل لڑکوں کے کہ جن کی ڈارھی مونچھ نہ ہو اور ان کی جو خنثی ہیں اور مردوں کی مکروہ ہی اس واسطے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ تشبیہ ہی اور ایسا ہی عورتوں کو مرد کے مشابہ بننا مکروہ ہی فقط اور کبریٰ اور ظہیریہ میں ہی لاینبغی للصغیران یخضب یدہ اور جلہ لان ذلک تزیینٌ وھو مباحٌ للنساءِ یعنی لائق نہیں کہ چھوٹے لڑکے کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگاویں کیونکہ یہ زینت ہے اور زینت عورتوں کو چاہیے فقط الغرض یہ مہندی کی رسم باطل اور حرام ہی اور حرام کام اور صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا کبیرہ گناہ ہو جاتا ہے اور کبیرہ پر اصرار کفر کے قریب پہنچاتا ہی خدا محفوظ رکھے۔

انیسواں مسئلہ پھولوں کا سہرا اور ہار کہ دولہا دلہن کے سر پر باندھتے اور گلے میں ڈالتے ہیں درست ہے یا نہیں اور کنگنا باندھنا دلہن اور دولہا کے ہاتھ میں جائز ہی یا ناجائز **جواب** سونے چاندی کے تاروں کا سہرا تو مردوں کو ہرگز درست نہیں کہ سونے کا استعمال مردوں کو مطلق حرام ہی چنانچہ دسویں مسئلے میں اس کا بیان گزر چکا اور چاندی کا استعمال البتہ انگوٹھی کی قدر مردوں کو بھی درست ہی ترمذی کی حدیث میں وارد ہی کہ ایک

---

[1] یہ جو کہا کہ عورتوں کے سوا اوروں کو مکروہ ہی تو اس سے معلوم ہوا کہ چھوٹے لڑکوں کے بھی مہندی لگانا نہ چاہیے چنانچہ آگے کبریٰ اور ظہیریہ کی عبارت میں صاف یہ آیا ہے ۱۲ مترجم

شخص نے انگوٹھی بنانے کے مقدمے میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا حضرت میں انگوٹھی بنایا چاہتا ہوں سو کس چیز کی بناؤں آپ نے فرمایا کہ مِنْ وَّرَقٍ وَلَا تُتِمَّہُ مِثْقَالًا یعنی چاندی کی بنا اور ایک مثقال پورے وزن میں نہ ہوا اور انگوٹھی کے سوا اور کسی طرح چاندی کا استعمال کرنا بھی مرد کو نہیں درست اور کافروں کی مشابہت حرام ہی تو اس سبب سے سہرا باندھنا عورتوں کو بھی نہیں روا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جس نے اپنے تئیں کسی قوم سے مشابہ بنایا تو وہ انھیں میں سے ہے فقط اور پھولوں کا سہرا بھی مشابہت کفار کے سبب جائز نہیں بلکہ پھولوں کا ہار دولہا دلہن کے سر پر ڈالنا نکاح کے وقت یا بعد اُس کے بدعت اور گبروں کی مشابہت ہی اور کافروں اور گبروں کی مشابہت سے بچنا ضرور ہی چنانچہ کتاب مرآۃ الصفا میں کہ فتاوی کے طور پر ہے لکھا ہی کہ دولہا کے سر پر پھول اور رومال رکھنا بدعت ہی اور بعضوں کے نزدیک رسم گبروں کی ہی فقط اور کنگنا دولہا اور دلہن کے ہاتھ میں باندھنا بھی کافروں کی رسم ہی چنانچہ اسی کتاب کی فصل نکاح میں فتاوی مومنین سے لکھا ہے کہ بعضے لوگوں کے ہاں یہ رسم ہی کہ کچھ سرسوں اور اسپند نیلے کپڑے میں باندھ کر اُس کا نام کنگنا رکھتے ہیں یہ حرکت بہت سی بدعات و معصیات پر شامل ہی اور اس میں بہت خرابیاں ہیں ایک یہ کہ یہ ہندوؤں کا دستور ہی اور ہندوؤں کی مشابہت کبھی کفر کبھی گناہ کبیرہ ہوتی ہی۔ اور اسی کتاب کی اسی فصل میں ہی کہ لال ڈورا دولہا کے ہاتھ میں باندھنا گبروں کی رسم ہی اس میں کفر کا خوف ہی اور منافع المومنین میں ہی کہ ایک لوگوں کی یہ رسم ہی کہ کورے گھڑے پر پھول ڈال کر صندل ملتے ہیں یہ بھی گبروں کی مشابہت ہی اور اسی کتاب میں ہی کہ ایک لوگوں میں یہ رسم جاری ہی کہ تھوڑی سرسوں اور اسپند ایک ساتھ میں باندھتے ہیں اور اُس کو کنگنا کہتے ہیں اور دولہا کے ہاتھ میں باندھ دیتے ہیں اور یہ ظاہر ہی کہ اس کا بنانے والا اور راضی ہونے والا کافر ہو گا اور سید آدم بنوری نے اپنی کتاب میں کتاب علم الہدیٰ سے نقل کر کے

لکھا ہو کہ نکاح میں کئی چیزیں کفر ہیں اور کئی چیزوں میں خوف کفر ہی اور کچھ بدعت ہیں سو جو کوئی یہ رسوم عمل میں لاوے تو اُس کے درمیان سے مرد اور جورو ہونے کا علاقہ اُٹھ جاتا ہی اور وہ نکاح مسلمانوں کا سا نہیں ٹھہرتا کہ جو اولاد ایسے نکاح سے پیدا ہو تو اُس کا نسب نہیں ثابت ہوتا مگر حرامی ٹھہرتا ہی پہلے کنگنا کہ یہ تو صریح کفر ہی اس کا بنانے والا اور اس پر رضامند دونوں کافر ہیں دوسرے جلوہ دینا کہ اُس میں بہت سی فضیحتی اور رسوائی ہی تیسرے یہ کہ دلہن کے ماں اور بہن اور اور عورتیں دولہا کے سر پر اوڑھنی ڈالتی ہیں اور دلہن کے سر پر پگڑی رکھتے ہیں سو اس حرکت سے تو دونوں ملعون ہوتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا کی پھٹکار اور لعنت اُس مرد پر جو اپنے تئیں عورتوں کی مشابہ کرے اور اُس عورت پر جو مردوں کی طرح بنے۔ چوتھے یہ کہ دلہن کا انگوٹھا پانی ملے دودھ سے دہوتے ہیں سو یہ کفر کی رسم ہی اور اس میں کفر کا ڈر ہی۔ پانچویں یہ کہ ایک مصری کا ٹکڑا عورت کے بدن پر رکھتے ہیں کہ مرد اس کو اپنے مُنہ سے اٹھا لیوے اس میں فاسق ہوتے ہیں اور چارپاؤں کی مشابہت ہی چھٹے یہ کہ جلوے کے وقت ایک سرخ ڈورا لے کر دولہا کے گلے میں ڈالتی ہیں اور تحت پر لٹا کر ڈومنی دولہا کے ایک ایک عضو بلکہ شرمگاہ کو اُس ڈورے سے ناپتی ہی اور اُس کو مسخرہ اور عورتوں کا مضحکہ بناتی ہیں اس فعل میں بھی سب کی سب ملعون ہوتی ہیں۔ ساتویں یہ کہ قافیہ دار مسجع تک ملی ہوئی گالیاں ڈومنیاں وغیرہ بکتی ہیں یہاں تک کہ مسجد اور محراب اور شملہ اور دستار کی اہانت کی نوبت پہونچتی ہی اور ان چیزوں کی اہانت کفر ہی آٹھویں یہ یہ کہ نوشہ دلہن کے آس پاس سات بار گھوما کرتا ہے بھونرے ڈالتا ہی یہ بھی کافروں کی رسم ہی اور خوف کفر ہی۔ نویں یہ کہ دلہن کی شرمگاہ شربت سے دھو کر اور اُس میں دلہن سے پیشاب کرا کے دولہا کو پلواتے ہیں یہ بڑی ناپاک رسم ہے اور کفر کا ڈر ہی۔ دسویں یہ کہ مرد کو سیاہ سرمہ لگا کر زینت دیتے ہیں یہ بھی بالاتفاق سب علما کے نزدیک مکروہ اور اگر کہیں کہ یہ مذہب اور راہ ہی تو کافر ہو جاویں۔ گیارہویں یہ کہ دولہا کو چاندی کی ہنسلی اور کچھ عورتوں کا لباس پہناتے

ہیں یہ بھی بدعت سیئہ ہی یہاں تک سید آدم کی عبارت تھی اور آرسی اور مصحف کی رسم جو اس دیار میں ہی سو شریعت محمدی کی کسی کتاب میں نظر نہیں پڑی تو یہ بھی بدعت ہی کہ اس کا ترک انسب اور بہتر ہی۔

بیسواں مسئلہ - برات کے چلتے وقت نقارے بجوانا اعلان یعنی مشہور کرنے کے واسطے جائز ہی یا نہیں جواب اعلان نکاح کے واسطے نقارے بجوانا حرام ہی چنانچہ ہدایہ کی عبارت سے بوجھا جاتا ہے وَدَلَّت المسئلۃُ علیٰ انَّ الملاہی کلہا حرامٌ الیٰ آخرہا قال یعنی اس مسئلے سے معلوم ہوا کہ کھیل کی چیزیں یعنی باجے سب حرام ہیں فقط اور فتاویٰ کبریٰ میں ہی کہ طبل بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں کہ یہ سب لہو لعب کھیل کودی کی چیزیں ہیں مگر ہاں مسلمانوں کی لڑائی میں جو کافروں سے واقع ہو درست ہی کہ نقارے کی آواز سن کر متفرق غازی اکٹھا ہو جاویں تو ایسے مقام میں نقارہ بجانا عبادت میں داخل ہی نہ گناہ و لا طائل فقط اور ڈھول اور تاشے وغیرہ کا حال بھی طبل کی طرح ہے اس لئے کہ یہ بھی لہو کے اسباب ہیں حمادیہ میں ہی ویحرمُ استعمال الآلاتِ التی تُطربُ من غیر غناءٍ کالعُودِ والطنبورِ والمعزفۃِ والطبلِ والمزمارِ یعنی حرام ہی استعمال اُن باجوں کا جو بغیر راگ بجائے جاویں جیسے عود اور طنبورہ اور رہربا جا اور نقارہ خصوص تار کے باجے وعن مجاھدٍ رضی اللہ عنہ انّہ قال سمع عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صوت طبلٍ فادخل اصبعیہ فی اذنیہ وقال ھکذا رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصنع یعنی مجاہدؒ سے روایت ہی کہ انھوں نے کہا کہ عبد اللہ ابن عمرؓ نے نقارے کی آواز سنی تو ڈال دیں اپنی دونوں انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں اور کہا میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا وعن مکحولٍ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انّہ قال استماعُ الملاھی معصیۃٌ والجلوسُ علیہا فسقٌ والتلذذُ بہا من الکفرِ یعنی مکحول سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ سننا باجوں کا گناہ اور وہاں بیٹھنا

فسق ہے اور اُس سے لذت اور مزہ لینا کفر ہے اور اسی کتاب میں ترصیع شرح منظومہ سے
لکھا ہے ولا نکحۃ التی تنعقد فی مجالس الملاھی والمزامیر تکون مختلفا فیہا بوجہین
احدھما یفسق الولی لانہ ھو الذی احضر الملاھی والمعازف وامرھم بذلک و
اعطی المغنین علی ذلک الاجرۃ والثانی ان الحاضرین صاروا فسقۃ لاستماعہم
ذلک فلم یبق الولی ولیا ولا الحاضرون شہودا عندہ یعنی یہ جو نکاح راگ باجے کی
مجلسوں میں باندھے جاتے ہیں ان میں دو وجہ سے اختلاف ہے ایک یہ کہ نکاح کا ولی جس نے
یہ کھیل کود کے اسباب باجے حاضر کئے ہیں اور اس پر گانے والوں کو مزدوری دے وہ تو
فاسق ہو جاتا ہے دوسرے یہ کہ جو لوگ اس مجلس میں حاضر ہوتے ہیں وہ بھی اس کے سننے
سے فاسق ہو جاتے ہیں تو نہ ولی ولی باقی رہا نہ گواہ گواہ رہے وفی خزانۃ الروایۃ من
الظہیریۃ واعلم ان جنس ھذہ المسائل ثلثۃ انواع منہا ما یکون خطأ ولکن
لا یوجب الکفر فیومر قائلہ بالانابۃ والاستغفار ومنہا ما فیہ اختلاف فیومر
باستجداد النکاح احتیاطا وبالتوبۃ والانابۃ ومنہا ما ھو کفر بالاتفاق وانہ
یوجب احباط جمیع اعمالہ ویلزم اعادۃ الحج ان حج ویکون وطیہ مع امرأتہ زنا والولد
المتولد فی ھذہ الحالۃ ولد الزنا فانہ وان اتی بکلمۃ الشہادۃ بعد ذلک بحکم
العادۃ ولم یرجع عما قال او فعل لم یرتفع الکفر وھو المختار یعنی اور جان لو کہ یہ نکاح
کے مسئلے تین طرح پر ہیں بعضے تو وہ ہیں جو خطا تو ہیں لیکن کفر نہیں لازم کرتے تو اُس شخص کو توبہ
اور استغفار کا حکم کریں گے اور بعضے وہ ہیں جن میں اختلاف ہے کفر و ایمان کے مقدمے میں
سو بعضے ایسی جگہ احتیاطاً دوبارہ نکاح اور توبہ اور گناہ سے باز آنے کا حکم کریں گے۔ اور بعضے
وہ ہیں جو بالاتفاق کفر ہیں اور اُن سے سب عمل ہٹ جاتے ہیں اور حج کی قضا چاہیے اگر اس
نے پہلے حج کر لیا تھا اور اُس کو اپنی جورو کے ساتھ وطی زنا حرام ہے اور اس حالت میں جو
لڑکا پیدا ہو وہ حرامی ولد الزنا ہے سو ایسا شخص اگرچہ عادت کے طور پر اس کے بعد کلمہ شہادت

بھی پڑھے اور حال آنکہ اُس خاص قول یا فعل سے توبہ نہ کی ہو تو اُس کا کفر نہ جائے گا دریہی مذہب مختار علما کا ہی فقط باقی رہا بیان نکاح کی اطلاع کا سو جیسا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں معمول تھا اُسی طرح چھبیسویں ۲۶ مسئلے کے جواب میں انشاء اللہ تعالیٰ آوے گا۔

اکیسواں مسئلہ بیاہ وغیرہ شادی میں آتشبازی چھڑانا اور تھوڑا مال یا بہت اس میں اُڑانا کیسا ہی **جواب** آتشبازی چھڑانا شادی اور غیر شادی دونوں میں اسراف ہی اور اسراف شرع میں منع ہی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْٓا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ کَفُوْرًا یعنی بیجا خرچ کرنے والے بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان اپنے رب کا ناشکرا ہی فقط چنانچہ یہی مضمون مولانا شاہ عبد العزیزؒ کی عبارت سے سولھویں سوال میں معلوم ہوا اور تھوڑی بہت کا اس میں ایک حکم ہی تو مسلمان دیندار کو لازم و واجب ہی کہ جو کام اپنے رب کی مرضی کے خلاف ہو اُس کو ترک کرے اگرچہ برادری کے لوگ اس سے مخالف ہو جاویں اور اُن کو بُرا لگے قیامت کے دن اپنے اچھے اعمال سے فائدہ اُٹھائے گا اور بُرے کرتوتوں سے حسرت اور افسوس کھائے گا اور کوئی دوست آشنا بھائی برادر کام نہ آئے گا ہر کہ وہ وہاں نفسی نفسی کی آواز سنائے گا خدا توفیق دے۔

بائیسواں مسئلہ دلہن کے گھر پہنچتے وقت سسرال کی طرف سے دولہا کو جوڑا پہناتے ہیں اور وہ جب تک اپنے گھر کو لوٹ آوے تب تک وہی جوڑا پہنے رہتا ہی اس کا کیا حال ہے جائز یا ناجائز **جواب** یہ جوڑا مباح ہے بشرطیکہ ریشمین اور سُرخ کسم کا رنگا ہوا اور زرد کیسر یا اور زریں تاشش بادلہ وغیرہ کا جس کا پہننا مردوں کو حرام ہے نہ ہو اور اپنی حیثیت سے زیادہ بھی نہ ہو جس میں اسراف و تکبر ٹھہرے[1] پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَ

---

[1] اور یہ بات بارہا اس کتاب میں معلوم ہو چکی کہ کسی کام کو رسم کے طور پر عمل میں لانا اور لازم پکڑنا اچھا نہیں تو اگر اس جوڑے کے مقدمے میں طرفین سے کوئی ایک دوسرے کو تنگ کرے اور جھگڑے اور اس کو لوازمات نکاح سے سمجھے اور اس کے ترک میں طعن و تشنیع کرے تو مکروہ ہے ۱۲ مترجم

تَصَدَّقُوا وَالْبَسُوا مَا لَمْ يُخَالِطْ اِسْرَافٌ وَّلَا مَخِيْلَةٌ یعنی کھاؤ پیو صدقہ دو کپڑے پہنو وہاں تک کہ اسراف نہ ہو اور نہ دل میں خیال بڑائی کا آوے فقط اور ریشمین کپڑے کا ممنوع ہونا اس حدیث سے ثابت ہو کہ حضرت نے فرمایا اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِيْرُ لِلْاِنَاثِ مِنْ اُمَّتِيْ وَحُرِّمَ عَلٰى ذُكُوْرِهَا یعنی حلال ہوا سونا اور حریر[1] میری اُمت کی عورتوں پر اور حرام ہوا مردوں پر فقط اور کسمی رنگ کی حرمت اس حدیث سے معلوم ہوتی ہو کہ عبداللہ ابن عمر بن العاص نے روایت کی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مجکو دو کپڑے سرخ کسم کے رنگے ہوئے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اِنَّ هٰذِهٖ مِنْ ثِيَابِ الْكُفَّارِ فَلَا تَلْبَسْهُمَا وَفِيْ رِوَايَةٍ قُلْتُ اَغْسِلُهُمَا قَالَ بَلْ اَحْرِقْهُمَا یعنی یہ کافروں کے کپڑے ہیں تو اس کو مت پہن اور ایک روایت میں یوں ہو کہ میں نے کہا کہ میں ان کو دھو ڈالوں فرمایا بلکہ جلا دے تو ان کو فقط اور کیسر کے رنگے زرد کپڑوں سے بھی حدیث میں ممانعت ہے حضرت انس سے روایت ہو کہ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَّتَزَعْفَرَ الرَّجُلُ یعنی منع کیا جناب رسالت مآب نے اس سے کہ کیسر یا کپڑے پہنے مرد۔ یہ سب حدیثیں مشکوۃ میں ہیں اور فتاوی حمادیہ میں خانیہ سے نقل کیا ہو وَيُكْرَهُ لِلرِّجَالِ اَنْ يَّلْبَسُوا الثَّوْبَ الْمَصْبُوْغَ بِالْمُعَصْفَرِ وَالزَّعْفَرَانِ وَالْوَرْسِ یعنی مکروہ ہو مردوں کو کہ کسم کا رنگا اور کیسر کا رنگا اور ورس[2] کا رنگا کپڑا پہنیں فقط اور چاندی کے تاروں کا کپڑا پہننا بھی سونے کے تاروں کے کپڑے کی طرح حرام ہے چنانچہ ہدایہ کی عبارت سے جو پہلے گزری معلوم ہوا کہ لِاَنَّ الْفِضَّةَ فِيْ حُكْمِ الذَّهَبِ۔

تئیسواں مسئلہ نکاح کے بعد قاضی اور وکیل اور گواہوں کو کہ دلہن کی طرف سے آتے ہیں اپنی خوشی سے بے اُن کے مانگے کچھ دینا جائز ہے یا نہیں جواب ان لوگوں

---

[1] حریر اس کپڑے کو کہتے ہیں جس کا تانا بانا دونوں ریشم کا ہو یا بانا ریشم کا ہو سو وہ مردوں پر حرام ہے پھر جس کا تانا ریشم کا اور بانا سوت کا ہو وہ مشروع ہو اُس کا پہننا درست ہو غرضکہ حرمت وحلت میں بانے کا اعتبار ہو ۱۲ مترجم [2] ورس ایک زرد گھاس ہو کہ یمن میں پیدا ہوتی ہے ۱۲ مترجم

کو دینا بے اس کے کہ یہ مانگیں اور زبردستی کریں مباح ہے اور اگر مانگیں اور زور آوری کریں اور خواہ مخواہ کد و اصرار سے لیا چاہیں تو نہیں درست[3] چنانچہ خزانۃ الروایہ میں ہے وَمِمَّا سَنَّهُ الْقُضَاةُ فِي دَارِ الْاِسْلَامِ ظُلْمٌ صَرِيْحٌ وَهُوَ اَنْ يَّاْخُذُوْا مِنَ الْاَنْكِحَةِ شَيْئًا ثُمَّ يُجِيْزُوْنَ اَوْلِيَآءَ الزَّوْجِ وَالزَّوْجَةِ بِالْمُنَاكَحَةِ فَاِنَّهُمْ مَا لَمْ يَرْضَوْا بِشَيْءٍ مِنْ اَوْلِيَآءِ هِمَا لَمْ يُجِيْزُوْا بِذٰلِكَ فَاِنَّهُ حَرَامٌ لِلْقَاضِيْ وَالْمُنَاكِحِ یعنی اور یہ جو قاضیوں نے ٹھہرایا ہی اسلام کے شہروں میں سو صریح ظلم ہے کہ پہلے نکاح والوں سے کچھ لے لیا کرتے ہیں تب اُن کو نکاح کی اجازت دیتے ہیں پھر اگر وہ کچھ دینے پر راضی نہ ہوں تو یہ نکاح کا حکم بھی نہیں دیتے سو یہ قاضی اور نکاح کر دینے والے کے دونوں کے حق میں حرام ہے فقط۔ بہتر یہ ہی کہ نکاح کا ایسا شخص وکیل ہو جو نکاح پڑھا بھی سکے اور ایجاب[1] اور قبول کی لفظیں ادا کرنے کی لیاقت رکھے تاکہ چاروں مذہب بموجب نکاح صحیح اور ٹھیک ہو پھر اگر وہ وکیل کسی اور کو وکیل کرے اور نکاح پڑھانے کی اجازت دے اور یہ دوسرا وکیل اُس پہلے وکیل کے سامنے نکاح پڑھا دے تو بھی حنفیوں کے نزدیک درست ہی چنانچہ فتاویٰ حمادیہ میں خانیہ[2] سے لکھا ہی کہ اَلْوَكِيْلُ بِالتَّزْوِيْجِ لَيْسَ لَهٗ اَنْ يُّوَكِّلَ غَيْرَهٗ فَاِنْ فَعَلَ فَزَوَّجَ الثَّانِيْ بِحَضْرَةِ الْاَوَّلِ جَازَ فقط۔ اور سنت یہ ہی کہ خود دلہن کا ولی نکاح کا خطبہ کہ مسنون ہی پڑھ کر دلہن دولہا میں ایجاب و قبول کرا دے اور پھر نکاح اگر چہ پڑھا دے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہ کا نکاح کرتے وقت ایسا ہی کیا تھا چنانچہ مواہب لدنیہ[4] میں موجود ہے عَنْ اَنَسٍ قَالَ جَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ يَخْطُبَانِ فَاطِمَةَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَكَتَ وَلَمْ يَرْجِعْ اِلَيْهِمَا شَيْئًا فَانْطَلَقَا اِلٰى عَلِيٍّ يَاْمُرَانِهٖ بِطَلَبِ ذٰلِكَ قَالَ عَلِيٌّ فَنَبَّهَانِيْ لِاَمْرٍ فَقُمْتُ اَجُرُّ رِدَآئِيْ

---

[1] ایجاب و قبول کا مطلب اس سوال کے آخر میں بیان ہوگا ۱۲

[2] خانیہ کہتے ہیں فتاویٰ قاضی خاں کو ۱۲ مترجم

[3] نہ ان کو لینا نہ ان کو دینا۔ لینا اس لئے کہ اس طرح پر لینا شرع کا حکم نہیں بلکہ منع ہی اور دینا اسواسطے کہ اگر یہ دیا نہ ہوتے تو وہ اس لینے کے گناہ میں کیوں پھنستے [illegible]

حتّٰی اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم فَقُلْتُ تَزَوِّجْنِیْ فَاطِمَۃَ قَالَ وَعِنْدَکَ شَیْئٌ
قُلْتُ فَرَسِیْ وَبَدَنِیْ قَالَ اَمَّا فَرَسُکَ فَلَا بُدَّ لَکَ مِنْھَا وَاَمَّا بَدَنُکَ فَبِعْھَا فَبِعْتُھَا
بِاَرْبَعِمَائَۃٍ وَّثَمَانِیْنَ دِرْھَمًا فَجِئْتُہٗ بِھَا فَوَضَعَھَا فِیْ حِجْرِہٖ[۱] فَقَبَضَ مِنْھَا قَبْضَۃً
فَقَالَ اَیْ بِلَالُ اِبْتَعْ لَنَا بِھَا طِیْبًا وَاَمَرَھُمْ اَنْ یُّجَھِّزُوْھَا فَجَعَلَ لَھَا سَرِیْرٌ
مُشَرَّطٌ وَوِسَادَۃٌ مِنْ اَدَمٍ حَشْوُھَا لِیْفٌ وَقَالَ لِعَلِیٍّ اِذَا اَتَتْکَ فَلَا تُحْدِثْ
شَیْئًا حَتّٰی اٰتِیَکَ فَجَاءَتْ مَعَ اُمِّ اَیْمَنَ حَتّٰی قَعَدَتْ فِیْ جَانِبِ الْبَیْتِ وَاَنَا فِیْ
جَانِبٍ وَجَاءَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم قَالَ ھٰھُنَا اَخِیْ قَالَتْ اُمُّ اَیْمَنَ
اَخُوْکَ وَقَدْ زَوَّجْتَہٗ بِابْنَتِکَ قَالَ نَعَمْ وَدَخَلَ صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم فَقَالَ
لِفَاطِمَۃَ اٰتِیْنِیْ بِمَاءٍ فَقَامَتْ اِلٰی قَعْبٍ فِی الْبَیْتِ فَاَتَتْ بِمَاءٍ فَاَخَذَہٗ وَمَجَّ فِیْہِ
ثُمَّ قَالَ لَھَا تَقَدَّمِیْ فَتَقَدَّمَتْ فَنَضَحَ بَیْنَ ثَدْیَیْھَا وَعَلٰی رَاْسِھَا وَقَالَ اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اُعِیْذُھَا بِکَ وَذُرِّیَّتَھَا مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ ثُمَّ قَالَ لَھَا اَدْبِرِیْ فَاَدْبَرَتْ
فَصَبَّ بَیْنَ کَتِفَیْھَا ثُمَّ فَعَلَ مِثْلَ ذٰلِکَ لِعَلِیٍّ ثُمَّ قَالَ لَہٗ اُدْخُلْ بِاَھْلِکَ بِسْمِ اللہِ
وَالْبَرَکَۃِ اَخْرَجَہٗ اَبُوْحَاتِمٍ وَاَحْمَدُ فِی الْمَنَاقِبِ بِنَحْوِہٖ وَفِیْ حَدِیْثِ اَنَسٍؓ عِنْدَ اَبِی
الْخَیْرِ الْقَزْوِیْنِیِّ الْحَاکِمِیِّ خَطَبَھَا عَلِیٌّؓ بَعْدَ اَنْ خَطَبَھَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ فَقَالَ علیہ السلام
قَدْ اَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِذٰلِکَ قَالَ اَنَسٌ ثُمَّ دَعَانِیْ علیہ السّلام بَعْدَ اَیَّامٍ فَقَالَ لِیْ یَا
اَنَسُ اُدْعُ لِیْ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ وَعِدَّۃً مِنَ الْاَنْصَارِ فَلَمَّا اجْتَمَعُوْا
وَاَخَذُوْا مَجَالِسَھُمْ وَکَانَ عَلِیٌّ غَائِبًا فَقَالَ صَلَّی اللہ علیہ وَسَلَّم اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْمَحْمُوْدِ
بِنِعْمَتِہٖ الْمَعْبُوْدِ بِقُدْرَتِہٖ الْمُطَاعِ بِسُلْطَانِہٖ الْمَرْھُوْبِ مِنْ عَذَابِہٖ وَسَطْوَتِہٖ النَّافِذِ
اَمْرُہٗ فِیْ سَمَائِہٖ وَاَرْضِہٖ الَّذِیْ خَلَقَ الْخَلْقَ بِقُدْرَتِہٖ وَمَیَّزَھُمْ بِاَحْکَامِہٖ وَاَعَزَّھُمْ

---

[۱] حجر کے لفظ میں پہلے حا ہے پھر جیم حا پر تینوں حرکتیں درست ہیں مگر کسرہ مشہور ہے اور جیم ہر صورت میں ساکن ہے ۱۲

بِدِينِهٖ وَاَكْرَمَهُمْ بِنَبِيِّهٖ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ اسْمُهٗ وَتَعَالَتْ
عَظْمَتُهٗ جَعَلَ الْمُصَاهَرَةَ سَبَبًا لَاحِقًا وَاَمْرًا مُفْتَرَضًا اَوْشَجَ بِهِ الْاَرْحَامَ وَاَلْزَمَ
الْاَنَامَ فَقَالَ عَزَّ مِنْ قَائِلٍ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا
وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا فَاَمْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَجْرِيْ اِلٰى قَضَائِهٖ وَقَضَاؤُهٗ يَجْرِيْ اِلٰى قَدَرِهٖ
وَلِكُلِّ قَضَاءٍ قَدَرٌ وَلِكُلِّ قَدَرٍ اَجَلٌ وَلِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ
وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابِ ثُمَّ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ اَنْ اُزَوِّجَ فَاطِمَةَ مِنْ عَلِيِّ بْنِ
اَبِيْ طَالِبٍ فَاشْهَدُوْا اَنِّيْ قَدْ زَوَّجْتُهٗ عَلٰى اَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اِنْ رَضِيَ بِذٰلِكَ
عَلِيٌّ ثُمَّ دَعَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَبَقٍ مِنْ بُسْرٍ ثُمَّ قَالَ انْتَهِبُوْا فَانْتَهَبْنَا وَدَخَلَ
عَلِيٌّ فَتَبَسَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ وَجْهِهٖ ثُمَّ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ اَمَرَنِيْ
اَنْ اُزَوِّجَكَ فَاطِمَةَ عَلٰى اَرْبَعِمِائَةِ مِثْقَالِ فِضَّةٍ اَرَضِيْتَ بِذٰلِكَ فَقَالَ قَدْ
رَضِيْتُ بِذٰلِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ جَمَعَ اللّٰهُ شَمْلَكُمَا وَاَعَزَّ
جَدَّكُمَا وَبَارَكَ عَلَيْكُمَا وَاَخْرَجَ مِنْكُمَا كَثِيْرًا طَيِّبًا قَالَ اَنَسٌ فَوَاللّٰهِ لَقَدْ
اَخْرَجَ اللّٰهُ مِنْهُمَا الْكَثِيْرَ الطَّيِّبَ یعنی حضرت انس کہتے ہیں کہ پہلے حضرت ابوبکر
صدیقؓ پھر عمر فاروقؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر بی بی فاطمہ کو اپنے اپنے لیے مانگنے
لگے تو سکوت کیا حضرت نے اور نہ جواب دیا اُن کو کچھ تو وہ دونوں گئے حضرت علیؓ پاس
اُن کو سنکار ابی بی فاطمہؓ کے مانگنے پر علیؓ فرماتے ہیں کہ اُن کے کہنے سے میرے دل
میں پڑی یہ بات سو میں چلا اپنی چادر گھسیٹتا ہوا نبیؐ پاس آیا پھر میں نے عرض کیا کہ آپ
میرا جوڑا بنادیں حضرت فاطمہ سے فرمایا بھلا تیرے پاس کچھ مال ہے میں نے کہا میرا
گھوڑا اور میری زرہ ہے ارشاد کیا گھوڑا جو ہے سو اُس کا تیرے پاس رہنا ضرور رہی
اور زرہ جو ہی سو تو بیچ ڈال اُس کو تب میں نے وہ بیچی چار سے اسی درم کو سو وہ لایا میں
حضرت کے پاس اور اُن کی گود میں ڈال دئے سو پھر کے لئے آپ نے اُس میں سے ایک

بیٹھی پھر فرمایا اے بلال مول لے آ ہمارے لیئے اس کی خوشبو اور لوگوں کو کہا کہ جہیز
یعنی شادی کا سامان درست کر دو اس لڑکی کا تو بنائی اُن کے لیئے ایک چارپائی[۱]
اور ایک تکیہ چمڑے کا جس میں چھوارے کی کھوئی بھری تھی اور فرمایا حضرت علیؑ کو کہ جب
فاطمہ تیرے پاس آوے تو تو کچھ بات مت چھیڑیو جب تک میں نہ آلوں تیرے پاس سو
آئیں حضرت فاطمہ بی بی ام ایمن کے ساتھ اور گھر کے اندر کونے میں بیٹھیں اور میں دوسرے
کونے میں تھا اور آئے پیغمبر خدا اور مجھے کہا ادھر آ بھیا بلی بی ام ایمن بولیں آپ کا تو یہ
بھائی ہی تیہر بھی اپنی بیٹی ان کو دیئے دیتے ہو فرمایا ہاں واندر آئے پھر فرمایا بی بی فاطمہ
کو میرے پاس تھوڑا پانی لے آسو وہ اُٹھیں ایک بڑی صحنک گھر میں تھی اُس میں پانی لائیں
تو لیا اُس کو حضرت نے اور تھوکا اُس میں پھر فرمایا فاطمہ کو آگے آسو وہ آگے آئیں تو چھڑکا
اُس پانی کو اُن کے سینے پر اور اُن کے سر پر اور فرمایا بار خدایا میں تیری پناہ میں دیتا ہوں اُس
کو اور اس کی اولاد کو شیطان راندے گئے سے پھر فرمایا اُن کو پیٹھ کر ادھر سو چھڑکا وہ
پانی اُن کے دونوں مونڈھوں کے بیچ میں پھر کیا یہی معاملہ حضرت علی سے پھر حضرت علی
کو فرمایا کہ چلا جا اپنے گھر میں اللہ کا نام لے کر اور برکت مانگ کہ اس حدیث کو ابو حاتم
نے اور احمد نے مناقب نام کتاب میں اسی طرح پر بیان کیا اور انس کی حدیث میں
ابی الخیر القزوینی حاکمی کے نزدیک یوں ہے کہ مانگا بی بی فاطمہ کو حضرت علی نے اُس
کے پہلے مانگا تھا ابو بکرؓ پھر حضرت عمرؓ نے تب فرمایا پیغمبر خدا نے کہ اس طرح تو حکم ہی کیا
ہے مجھ کو میرے رب نے انس کہتے ہیں کہ اُس کے کئی دن بعد مجھکو حضرت نے پکار کر فرمایا
کہ اے انس بلا میرے پاس ابو بکرؓ اور عمرؓ کو اور عثمانؓ اور عبد الرحمٰنؓ اور کئی انصار کو
پھر جب وہ سب اکٹھا ہوئے اور اپنی اپنی جگہ بیٹھے اور علیؓ وہاں نہتھے سو نبی صلی اللہ علیہ

---

[۱] یہ چارپائی سریر شرط کے معنی میں شریطہ عرب میں کہتے ہیں خرمے کے پتوں کی بنی ہوئی بانوں کو تو سریر
مشرّط کے معنی ہوئے خرمے کے پتوں کے بانوں کا بنا ہوا تخت سو وہ فارسی میں چارپائی ہندی میں کھاٹ کہلاتی ہے

وسلم نے فرمایا سراہے اُس خدا کو جو سراہا گیا ہے اپنے احسانوں سے جس کی پرستش ہوئی اُس کی قدرت کے سبب جس سے سب کوئی دبے اُس کی حکومت کے سبب جس سے سب لوگ ڈرتے ہیں اُس کے رعب کے سبب جس کا حکم جاری ہی اُس کے آسمان اور اُس کی زمین میں جس نے پیدا کیا خلق کو اپنی قدرت سے اور علیحدہ کر دیا ان کو اپنے حکم بھیج کر اور عزت دی ہر ایک کو اُس کی دینداری کے سبب اور بڑائی دی ہر ایک کو اپنا نبی بھیج کر جس کا نام مُبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے بیشک اللہ وہ ہی جس کا نام بڑی برکت والا اور جس کی بڑائی بہت اونچی ہی جس نے بنایا سسرال کو ملاوٹ کا سبب[۱] اور امر لازم اور بھر دیا اُس سے رحموں کو اور ملاوٹ ہو گئی اُس کے سبب لوگوں میں اسی سئے فرمایا ہر ایک بولنے والے سے غالب یعنی اللہ تعالیٰ نے وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا الآیہ یعنی وہ خدا جس نے پیدا کیا پانی سے آدمی پھر بنایا اُس کے لئے ننہال اور ددھال اور سسرال کو اور تیرا رب ہی اندازہ کرنے والا ہے سو اللہ کا کام متوجہ ہوتا ہی اُس کی طرف جو اُس نے پہلے حکم کیا اور اُس کا حکم اُس کی طرف جاری ہوتا ہے جو اُس نے پہلے ٹھہرا دیا اور ہر حکم کا ایک اندازہ ہی پہلے سے ٹھہرا اور ہر اندازے کی ایک مدت ہی اور ہر مدت کے لئے ایک نوشتہ ہی دور کر دیتا ہی جو چاہتا ہے اور ثابت رکھتا ہی جو چاہتا ہی اور اُسی کے پاس ہی اصل کتاب[۲] پھر اللہ تعالیٰ نے مجکو حکم کیا کہ نکاح کر دوں میں فاطمہ کا علی بن ابی طالب سے سو تم گواہ رہو کہ میں نے اُس کا نکاح کر دیا چار سے مثقال چاندی پر مہر کے بدلے اگر اس پر راضی ہو

---

[۱] یعنی نسبت کے رشتے کی لڑ جہاں سے پس غیر لوگ کہ جن سے کبھی کی ملاقات بھی نہ ہو اپنے ہو جاتے ہیں ۱۲ مترجم

[۲] دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں اسباب کی تاثیر کا ایک اندازہ ہی جب اللہ چاہے اُس کی تاثیر اندازے سے کم و زیادہ کر دے جب چاہی ویسے ہی رکھے آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہی اور کبھی گولی سے بچتا ہی اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہی وہ ہرگز نہیں بدلتا اندازے کو تقدیر کہتے ہیں یہ دو تقدیریں ہیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی یہ حاشیہ لفظ لفظ موضح القرآن سے لکھا ہے ۱۲

علیؓ پھر منگایا حضرت نے ایک طباق سوکھے چھوارے بھرا پھر فرمایا لوٹ لو سو ہم نے لوٹ لیا اور اندر آئے علیؓ تو مسکرائے حضرت اُن کی طرف پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو حکم کیا کہ تیرے ساتھ نکاح کردوں فاطمہ کا چارسے مثقال چاندی پر بھلا تو راضی ہی اس پر تو جواب دیا حضرت علیؓ نے کہ میں راضی ہوگیا اس پر یارسول اللہ تو فرمایا حضرت نے کہ ملاپ کرے اللہ تم دونوں کی خوؤں میں اور پوری کرے اللہ محبت تمہاری اور ہمیشہ خیر رکھے تم پر اور پیدا کرے تم سے بہت سی اولاد ستھری کہتے ہیں سو خدا کی قسم مقرر پیدا کی اللہ نے اُن سے بہت سی اولاد اچھی فقط اور سوائے اس خطبے کے دو خطبے اور ہیں کہ اُن کا پڑھنا بھی نکاح میں سنت سے ثابت ہوا ہے سو وہ دونوں اگلے سوال کے جواب میں عنقریب انشاء اللہ تعالیٰ آتے ہیں۔

چوبیسواں مسئلہ۔ ان شہروں کے قاضیوں کا دستور ہی کہ ایجاب و قبول سے پہلے کلمہ طیب اور امنت باللہ اور دعائے قنوت وغیرہ پڑھاتے ہیں یہ طریقہ سنت کا ہی یا نہیں اور ایجاب اور قبول کی لفظیں ایک بار کہنا کافی ہے یا تین بار تکرار چاہیے اور ایجاب و قبول سے پہلے نکاح کا خطبہ پڑھنا چاہیے یا بعد اور کونسا خطبہ پڑھنا سنت ہی

جواب سنت کا طریق نکاح میں یہ ہے کہ پہلے ان تین خطبوں میں سے کہ مذکور ہوتے ہیں ایک خطبہ پڑھی اُس کے بعد دلہن دولہا سے ایجاب و قبول کرادے اور ایجاب و قبول ایک بار بس ہی تین بار تکرار کی حاجت نہیں جیسے بیچنے مول لینے وغیرہ میں ایک ہی بار کفایت ہی اور کلمہ اور امنت باللہ پڑھانا نہ تو سلف یعنی صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین سے ماثور ہی اور نہ کسی کتاب میں مذکور ہے تو اس کا کرنا کیا ضرور ہی مگر ہاں اگر دلہن دولہا کے عقیدے میں فساد ہو اور اُن کو ایمان کی حقیقت نہ یاد ہو تو البتہ کلمہ طیب وغیرہ پڑھانا مضائقہ نہیں بلکہ پر ضرور ہی تاکہ اول ایمان درست ہولے تب نکاح ٹھیک ہو اور باوجودیکہ ان دونوں کا عقیدہ درست ہو اس بات کو لازم کرلینا اور بطور رسم عمل میں لانا خالی

جہل سے نہیں اور محض لغو ہی اور خطبوں کا حال یہ ہی کہ حدیثوں اور تواریخ کی کتابوں کے
دیکھنے سے معلوم ہوا کہ صحابہ اور اگلے بزرگوں کے نکاح میں پڑہنے کے تین خطبے تھے ایک
وہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کے نکاح میں پڑہا تھا اور وہ اگلے سوال میں
گزرا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَحْمُوْدِ بِنِعْمَتِهٖ سے وَعِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتَابُ تک دوسرے وہ کہ نجاشی
حبشے کے بادشاہ نے حبشے میں حضرت ام حبیبہ کے نکاح میں جو آنحضرت کے ساتھ ہوا
تھا پڑہا تھا اور اُس کا قصہ خلاصہ کے طور پر جیسا مواہب لدنیہ میں ہی یہ ہی کہ جب عبد اللہ بن
جحش ام حبیبہ کے پہلے خاوند نے حبشہ کو ہجرت کی تو ام حبیبہ کو ساتھ لے گیا وہاں جا کر
شیطان کے بہکانے سے نصرانی ہو کر مر گیا یہ خبر حضرت کے یاروں میں سے کسی نے حضرت
کو پہنچائی اور عرض کیا کہ ام حبیبہ اپنے اسلام پر قائم ہے وہ دین سے نہیں پھری ہی یہ حال
سن کر پیغمبر خدا نے عمرو بن امیہ ضمیری کو اپنے ساتھ ام حبیبہ کے نکاح کا پیغام دیکر نجاشی
کے پاس بھیجا جب انہوں نے حبشے میں جا کر نجاشی سے یہ حکم بیان کیا اُس نے سنتے ہی اُسی
وقت اپنی ابرہہ نام لونڈی کی زبانی ام حبیبہ کو کہلا بھیجا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے
مجھ کو لکھا ہی کہ تیرا نکاح آنحضرت کے ساتھ کر دوں ام حبیبہ اس بشارت سے نہایت
خوش ہوئیں اور اپنی ایک انگوٹھی اور دو کڑے اُس لونڈی کو انعام میں دیے اور خالد بن
سعید کو اپنی طرف سے نکاح کا وکیل کیا ادہر نجاشی نے بھی شام کے وقت جعفر بن ابی
طالب کو اور اور مہاجروں کو جمع کر کے یہ خطبہ پڑہا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ السَّلَامِ
الْمُؤْمِنِ الْمُهَيْمِنِ الْعَزِيْزِ الْجَبَّارِ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
اَرْسَلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ یعنی
سب تعریف اُس خدا کو جو بادشاہ ہی پاک سلامتی والا امن دینے والا نگہبان غالب ہر ٹوٹا
جوڑنے والا میں گواہ ہوں اس کا کہ کوئی پرستش کے لائق نہیں سوا اللہ کے اور اس کا کہ
بیشک محمد اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں اللہ نے اُن کو ہدایت اور سچا دین دیکر

بھیجا کہ قوت دے اس دین اسلام کو سب دینوں پر اور پڑے بُرا مانیں مُشرک فقط اس
خطبے کے بعد نجاشی نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسول خدا کی نعت کے بعد پیغمبر خدا کا
حکم جو مجکو کہلا بھیجا تھا مان لیا اور ویسا ہی کر دیا اور چار سے دینار سُرخ لوگوں کے سامنے
ڈال دے کہ اس قدر میں نے مہر مقرر کیا ہے بعد اس کے خالد بن سعید ام حبیبہ کے وکیل
نے خطبہ پڑھا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَحْمَدُہٗ وَاَسْتَعِیْنُہٗ وَاَسْتَغْفِرُہٗ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ
اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ بِالْھُدٰی
وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ یعنی اللہ کو لائق ہے ساری
ثنا اُس کی میں حمد کرتا اور اُس سے مدد مانگتا ہوں اور اُس سے
بخشش چاہتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ سوا خدا کے کوئی قابل عبادت کے نہیں اور مقرر
محمدؐ اُس کے بندے اور اُس کے رسول ہیں وہ خدا ہے جس نے بھیجا اپنا رسول سیدھی راہ پر
اور سچے دین پر کہ اوپر رکھے اُس کو اور پڑے بُرا مانیں مشرک اُس کے بعد جو بات پیغمبر
خدا کی مدنظر تھی اور آپ نے چاہی اُس کو میں نے مان لیا اور عمل کیا سو نکاح کر دیا ام حبیبہ
ابو سفیانؓ کی بیٹی کا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سو اللہ مبارک کرے پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم کو پھر اس کے بعد نجاشی نے وہ چار سے دینار خالد بن سعید کو دئے انہوں نے لیکر
اپنے پاس رکھ لیے پھر جب سب لوگ اٹھکر اپنے اپنے گھر جانے لگے تو نجاشی نے کہا کہ ابھی بیٹھو
پیغمبروں کے سنت ہی کہ نکاح کے بعد کھانا کھلاتے ہیں پھر کھانا منگا کر سب کو کھلایا سو لوگ جب کھانا
کھا کر چلے گئے تو نجاشی نے ام حبیبہ کو شرجیل حسنہ کی بیٹی کے ساتھ کر کے رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت شریف میں بھیج دیا تیسرا خطبہ وہ ہے کہ مشکوٰۃ شریف میں عبداللہ ابن مسعود
کی روایت سے آیا ہے اور یہی مشہور ہے اور اسی کو عالم لوگ ایجاب قبول سے پہلے پڑھا کرتے ہیں پھر
نکاح پڑھاتے ہیں سو وہ یہ ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ
شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا

هَادِیَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا یعنی سب تعریف اللہ کو ہی ہم اس کی ثنا کرتے ہیں اور اُس سے مدد مانگتے ہیں اور بخشش چاہتے ہیں اور اللہ سے پناہ مانگتے اپنے نفسوں اور کاموں کی بُرائی سے جس کو اللہ راہ بتلاوے اُس کا کوئی بہکانے والا نہیں اور جس کو وہ بہکاوے اُس کا کوئی راہ پر لانے والا نہیں اور میں گواہ ہوں کہ نہیں کوئی معبود برحق سوا اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اُس کے پیغمبر ہیں اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اُس سے ڈرنا چاہئے اور نہ مرو مگر مسلمان لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُس کا جوڑا[۱] اور بکھیرے اُن دونوں سے بہت مرد اور عورتیں اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کا واسطہ دیتے ہو آپس میں اور خبردار رہو ناتوں[۲] سے اللہ ہی تم پر مطلع اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور کہو بات سچی جو سنوار دے اور بھلے کر دے تمہارے کاموں کو اور بخشے جاویں تمہارے گناہ اور جو فرمانبرداری کرے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول کی تو وہ بیشک مقصود کو پہنچا اور ساری برائیوں اور سب ڈروں سے چھوٹا اور بڑا مدعا حاصل کیا اُس نے اس خطبہ پڑھنے کے بعد قاضی یا اور جو کوئی بھائی یا باپ یا نکاح کا وکیل ہو خاطب یعنی دولہا سے مخاطب ہو کے کہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور پیغمبر خدا کی نعت کے بعد میں نے فلانی عورت فلانے کی بیٹی اس قدر مہر کے بدلے تیرے نکاح میں دی وہ کہے میں نے قبول کی بس یہی ایجاب وقبول ہے غرضکہ قاضی یا اور جو کوئی نکاح

---

[۱] یعنی پہلے حوا کو بنایا پھر اُس سے سارے لوگ ۱۲ [۲] یعنی بدسلوکی مت کرو آپس میں ۱۲

کا خطبہ پڑھے اور یہ نکاح باندھنے کی لفظیں دولھا یا اُس کے ولی کے روبرو کہے اُس کو ایجاب کہتے ہیں اور جو اس کے جواب میں کہا جاوے دولھا کے یا اُس کے ولی کی طرف سے اُس کو قبول بولتے ہیں یا اُس کا اُلٹا ہو یعنی اگر پہلے ہی سے دولھا یا اُس کا ولی دلہن سے یا اُس کے ولی سے ایسی بات کہے جس میں نکاح کی خواہش اور طلب نکلے تو اُس کو بھی ایجاب اور جو کچھ دُلہن یا اُس کا ولی جواب دے اُس کو قبول کہتے ہیں حاصل یہ کہ پہلی بات کو ایجاب دوسری کو قبول کہتے ہیں۔

پچیسواں مسئلہ۔ اگر کوئی شخص دولھا یا دلہن کی طرف والوں میں سے طرف ثانی کو کہے کہ ہم سے تو اپنے شہر کے رواج رسمیں نہیں چھوٹیں گے چاہے شرع کے موافق ہوں چاہے مخالف اور شادی کی محفل تو ان رسموں کے چھوڑنے سے مردے کا تیجا سا ہو جاتا ہے ہم تو اپنی شادی غمی میں زمانے کے رواج کے تابع ہیں تم کو اختیار ہے اپنے گھر جو چاہو سو کرو ہم اپنے گھر جو چاہیں گے سو کریں گے عیسیٰ بدین خود موسیٰ بدین خود تمہاری اور راہ ہماری اور راہ تمہارا حکم ہم پر چل نہیں سکتا اس باتوں کے کہنے والوں کے حق میں شریعت سے کیا حکم ہوگا اور دوسری طرف کے لوگ کہ خدا رسول کے حکم بموجب کام کرتے ہیں اُن کی مجلس میں شریک ہوں یا نہیں **جواب** جو کوئی ایسی بیہودہ باتیں زبان پر لاوے شرع کے حکم سے اُس کے حق میں یہ باتیں کرنا نہایت ہی مذموم اور بہت ہی بُرا ہے اس لئے کہ اُس نے اپنی رسموں کے مقابلے میں حکم شرع کو ہلکا جانا اور رسموں کا یہ حال ہے کہ بعضے اُن میں بدعت ضلالت ہیں بعضے اور طرح کے گناہ ہیں سو اُس نے اُن کو اختیار کیا اور خوب بگڑا تو گویا دنیا کے کام کو آخرت کے کام پر بڑھایا پھر اگر وہ آخر عمر تک اسی طرح پر رہا اور توبہ نہ کی تو معاذ اللہ ایمان جاتے رہنے کا ڈر ہے چنانچہ ذخیرے میں موجود ہے وَاِذَا قَالَ الرَّجُلُ لِغَیْرِہٖ حُکْمُ الشَّرْعِ فِیْ ھٰذِہِ الْحَادِثَۃِ کَذَا فَقَالَ ذٰلِکَ الْغَیْرُ مَنْ بَرْسِمْ کَارْمِیْکُنَمْ نَہْ بِشَرْعْ یَکْفُرُ عِنْدَ بَعْضِ الْمَشَائِخِ یعنی جب ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا اس فلانے مقدمے میں شرع کا

حکم یوں ہی تو اُس نے کہا میں تو رسم پر کام کرتا ہوں شرع پر نہیں کرتا تو بعضے عالموں کے نزدیک
کافر ہو گیا فقط اُس کو لازم ہی کہ جھٹ پٹ توبہ کرے اور ایسی خلاف شرع رسموں سے باز
آوے اور اگر توبہ نہ کی اور اس پر اصرار کیا تو کبیرہ گناہ پر اصرار کفر کو پہنچا دیتا ہی چنانچہ فتاوی
حمادیہ والے نے امام شہاب الملۃ والدین کے رسالے سے نقل کیا ہی حُکِیَ عَنْ اَبِیْ نَصْرِنِ
الدَّبُّوْسِیِّ عَنِ الْقَاضِیْ ظَهِیْرِ الدِّیْنِ الْخَوَارَزْمِیِّ رَحْمَةُ اللهِ عَلَیْهِ مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ
مِنَ الْمُغَنِّیْ اَوْ مِنْ غَیْرِ الْمُغَنِّیْ اَوْ یَرٰی فِعْلًا مِّنَ الْحَرَامِ فَیَحْسُنُ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ غَیْرِ
اِعْتِقَادٍ یَصِیْرُ مُرْتَدًّا فِی الْحَالِ بِنَآءً عَلٰی اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِیْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ
الشَّرِیْعَةِ لَا یَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَّلَا یَقْبَلُ اللهُ تَعَالٰی طَاعَتَهٗ وَاَحْبَطَ اللهُ
تَعَالٰی كُلَّ حَسَنَاتِهٖ وَبَانَتْ مِنْهُ امْرَاَتُهٗ فَاِنْ تَابَ لَا یَجِبُ الْقَتْلُ وَاِلَّا یُضْرَبُ
عُنُقُهٗ لِقَوْلِهٖ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَنْ بَدَّلَ دِیْنَهٗ فَاقْتُلُوْهُ فَاِنْ قَتَلَهٗ قَاتِلٌ قَبْلَ عَرْضِ
الْاِسْلَامِ كُرِهَ ذٰلِكَ وَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ یعنی ابو نصر دبوسی سے نقل ہی کہ انہوں نے قاضی ظہیر الدین
خوارزمی سے سُنا کہ انہوں نے کہا کہ جس نے راگ سنا سرودی یا غیر سرودی[1] اتائی سے یا
اور کوئی کام حرام دیکھا سو اُس کی خوبی بیان کرنے لگا اعتقاد سے یا بغیر اعتقاد کے تو وہ تُرت
اُسی وقت مرتد کافر ہو گیا اس لئے کہ اُس نے شریعت کا حکم ناچیز کر دیا اور جس نے حکم شریعت
ناچیز کیا وہ مومن نہیں کسی مجتہد کے نزدیک اور نہ قبول کریگا اللہ تعالیٰ اس کی بندگی اور
میٹ دیگا اس کی سب نیکیاں اور طلاق ہو جائے گی اُس کی جورو پر اگر توبہ کی تو قتل سے
بچ گیا نہیں تو اُس کی گردن ماری جائے گی بموجب امر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ فرمایا
جس نے بدل ڈالا اپنا دین یعنی اسلام چھوڑ کر کافر ہو گیا تو اُس کو مار ڈالو پھر اگر کسی مارنے
والے نے پہلے سے کہ اُس کو اسلام لانے کو کہے مار ڈالا تو مکروہ ہی اور اُس قاتل پر کچھ قصاص
اور خون بہا نہ آوے گا فقط اور اُسی کتاب میں سے یہ عبارت ہی فَاِنَّ صِحَّةَ التَّصْدِیْقِ دَ

---

[1] مسئلہ یہ ہی کہ جو کوئی کفر کی بات کہہ کر مرتد ہو جاوے تو اُسے کہا جائے کہ تو اس بات سے توبہ کر اور سر نو ایمان لا پھر اگر وہ ایسا کرے تو بہتر نہیں اس کو قتل کریں تو اگر کسی نے اُس کو اس سے پہلے مار ڈالا تو یہ قتل مکروہ البتہ ہی مگر اس قاتل پر کچھ قصاص وغیرہ نہ آوے گا ۱۲ مترجم

والاقرار بالتوحید لا یکون مع انکار شیٔ من الشرایع فقال محمدؒ فی السیر الکبیر من انکر شیئاً من الشرایع فقد ابطل قوله لا اله الا الله حکی ان موسی علیه السلام لما رجع غضبان اسفا استمع الصیاح وکانوا یرقصون حول العجل ویضربون الدف فوق المزاہیر فقال ھذا صورۃ الفتنۃ یعنی یہ جو آدمی کوئی کفر کی بات کہنے یا کام کفر کا کرنے سے مومن نہیں رہتا اس کا سبب یہ ہی کہ توحید کا دل میں سچ جاننا اور زبان سے اقرار کرنا کسی حکم شرع کے انکار کے ساتھ نہیں جمع ہوتا اسی واسطے امام محمدؒ نے سیر کبیر نام کتاب میں فرمایا کہ جس نے کسی شرع کے حکم کا انکار کیا تو بیشک اُس نے ناچیز اور باطل کر دیا اپنے لا الہ الا اللہ کہنے کو نقل ہی کہ موسیٰ علیہ السلام کوہ طور سے جب غصّے میں بھرے پچتاتے لوٹے اور انہوں نے قوم کا چلانا سنا اور وہ لوگ بچھڑے کے آس پاس ناچتے تھے اور ڈھپ اور باجے بجاتے تھے تو فرمایا کہ یہی صورت فساد کی ہی فقط المقصود جہاں خلاف شرع کام جیسے ناچ کھیل کی چیزیں باجے آتش بازی آرائش وغیرہ موجود ہو پھر خواہ وہ مجلس نکاح کی ہو یا کسی اور شادی کی ہو اُس میں جانا اور اُن فاسقوں کا شریک ہونا شرع شریف میں ناجائز بلکہ حرام ہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں فرمایا ھذا اذا کان خالیاً عن المنکر فان حضرہ منکر کالطبل والمزمار والعود والنای والرباب والمعازف والطنابیر والشین والشبابۃ والجفران الذی یلعب بہ الترک لا یجلس ھناک لان جمیع ذلک محرم یعنی دعوت وغیرہ کی مجلس میں جانا تب درست ہی جب برے کاموں سے خالی ہو پھر اگر اُس مجلس میں کوئی بُری چیز ہو جیسے نقارہ اور تار کے باجے اور عود[1] اور بانسلی اور رباب اور رنے کے باجے اور طنبورے اور شین اور شبابہ اور جفران جس کو ترک بجاتے ہیں تو وہاں نہ بیٹھے اس واسطے کہ یہ سب چیزیں حرام ہیں فقط تو ہر مسلمان پر واجب ہی کہ بُرے خلاف شرع ممنوع گناہ کے نامشروع کاموں کے کرنے میں کسی بدعتی فاسق کی خاطر کا پاس و لحاظ نہ کرے اگرچہ باپ بھائی یا بہن جورو بیٹی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا تجد قوما یومنون باللہ والیوم الآخر یوادون من حاد اللہ

---

[1] عود اور رباب اور شین اور شبابہ اور جفران باجوں کے نام ہیں ۱۲

وَرَسُوْلَہٗ وَلَوْ کَانُوْا اٰبَآءَھُمْ اَوْ اِخْوَانَھُمْ اَوْ عَشِیْرَتَھُمْ یعنی نہ پائے گا تو ایک لوگوں کو جو ایمان لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر کہ دوستی کریں ایسے سے کہ جو خلاف کرے اللہ کا اور اُس کے رسول کا اگرچہ ہوں وہ مخالف خدا رسول کے اُن کے باپ یا بھائی یا ناتے دار اور مشکوٰۃ میں ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لَمَّا وَقَعَتْ بَنُوْ اِسْرَآئِیْلَ فِی الْمَعَاصِیْ نَھَتْھُمْ عُلَمَآؤُھُمْ فَلَمْ یَنْتَھُوْا فَجَالَسُوْھُمْ فِیْ مَجَالِسِھِمْ وَاٰکَلُوْھُمْ وَشَارَبُوْھُمْ فَضَرَبَ اللہُ قُلُوْبَ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَلَعَنَھُمْ عَلٰی لِسَانِ دَاؤُدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ یعنی بنی اسرائیل جب گناہوں میں پڑ گئے تو اُن کے عالموں نے اُن کو منع کیا سو اُنھوں نے نہ مانا پھر وہ عالم اُن کے ساتھ اُن کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور اُن کے ساتھ کھانے پینے لگے تو لگا دیا اللہ نے اُن کے بعضوں کا دل بعضوں کے ساتھ یعنی سب گنہگار اور پرہیزگار آپس میں رل مل گئے مجلتیں کرنے لگے سو لعنت کی اللہ تعالیٰ نے اُن پر داؤد اور عیسیٰ مریم کے بیٹے کی زبان سے یہ اس لئے کہ وہ گناہ کرنے لگے اور حد سے بڑھ گئے تھے یعنی خدا کے حکم کی حدیں بگاڑ دیں اور خلاف حکم کام کرنے لگے فقط اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّکْرٰی مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ یعنی مت بیٹھ نصیحت پانے کے بعد گنہگاروں کے ساتھ فقط علاوہ یہ کہ جہاں بُرے کام ہوتے ہوں وہاں دعوت کھانے کو جانا مسلمان پر لازم ہی نہیں ہوتا چنانچہ ولیمے کے ذکر میں اس کا بیان گزر چکا۔

چھبیسواں مسئلہ عورتوں کی مجلس میں ڈومنیوں کا دُف بجا کر گانا اور اُن کو کچھ نقد یا کپڑا وغیرہ دینا جائز ہے یا نہیں **جواب** بغیر باجے کے راگ میں عالموں کا اختلاف ہے بعضوں نے مطلق مباح کہا بعضوں نے مطلق مکروہ بتایا مگر بحر الرائق میں ہے کہ اصل مذہب یہ ہے کہ مطلق حرام ہے اگرچہ آپ گاوے اور آپ ہی سے چنانچہ درالمختار میں وہ عبارت نقل کی ہے وَمِنْھُمْ مَنْ اَبَاحَہٗ مُطْلَقًا وَمِنْھُمْ مَنْ کَرِھَہٗ مُطْلَقًا وَفِی الْبَحْرِ وَالْمَذْھَبُ حُرْمَتُہٗ مُطْلَقًا فَانْقَطَعَ الْاِخْتِلَافُ بَلْ ظَاھِرُ الْھِدَایَۃِ

كَبِيْرَةٌ وَّلَوْ لِنَفْسِهٖ فقط۔ اور حمادیہ میں حدیث ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَا مِنْ رَجُلٍ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ بِالْغِنَاءِ اِلَّا بَعَثَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ شَيْطَانَيْنِ اَحَدُهُمَا عَلٰى هٰذَا الْمَنْكِبِ وَالْاٰخَرُ عَلٰى هٰذَا الْمَنْكِبِ فَلَا يَزَالَانِ يَضْرِبَانِهٖ بِاَرْجُلِهِمَا حَتّٰى يَكُوْنَ هُوَ الَّذِىْ يَسْكُتُ یعنی کوئی ایسا آدمی نہیں کہ راگ گانے کے لئے اپنی آواز بلند کرے مگر یہ کہ بھیجتا ہے حق تعالیٰ اُس پر دو شیطان ایک اس مونڈھے پر اور ایک اُس مونڈھے پر سو وہ دونوں ہمیشہ اُس کو مارتے رہتے ہیں اپنی لاتوں سے جب تک کہ چپ ہو جاوے۔ فقط۔ اور بغیر راگ کے فقط دف بجانا نکاح کے مشہور کرنے کے لئے مباح ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے فَاَمَّا طَبْلُ الْغُزَاةِ وَالدُّفُّ الَّذِىْ يُبَاحُ ضَرْبُهٗ فِى الْعُرْسِ يُضْمَنُ بِالْاِتْلَافِ مِنْ غَيْرِ خِلَافٍ فقط۔ اس ہدایہ اور درمختار کی عبارت سے معلوم ہوا کہ راگ اصل مذہب میں حرام ہے اور ڈھپ بغیر راگ کے نکاح کی شہرت کے لئے بجانا درست ہے چنانچہ یہی مضمون تنبیہ الانام میں سراجی سے منقول ہے کہ جس دف میں جھانجھ نہ ہو اور اُس کے بجانے میں کھیل اور باجے کی نیت نہ ہو اُس کا نکاح میں بجانا مضائقہ نہیں اور اسی کتاب میں ہے کہ راگ باجا سننا گناہ ہے اور وہاں بیٹھنا فسق ہے لیکن نکاح کے اعلان کے لئے دف بجانا نقارے کی طرح مباح ہے معلی کہتے ہیں کہ ابوالمہاجر نے کہا کہ ہم کو خبر دی ابان نے کہ ابن عباس نے مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَرِهَ لَكُمُ الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَالْمِزْمَارَ وَالْمَعَازِفَ وَالْكُوْبَةَ وَالدُّفَّ فَسَاَلْتُ اَبَا الْمُهَاجِرِ كَيْفَ كَانُوْا يَضْرِبُوْنَ الدُّفَّ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ كَانَتِ الْمَرْاَةُ اِذَا كَانَ مِلَاكٌ تَاْخُذُ بِالْغِرْبَالِ وَعُوْدِهٖ فَتَصْعَدُ وَتَضْرِبُ بِالْعُوْدِ عَلَى الْغِرْبَالِ تُسْمِعُ النَّاسَ اَنَّهٗ مِلَاكٌ یعنی مقرر برا بتایا اللہ تعالیٰ نے شراب کو اور جوئے کو اور تار کے باجوں کو اور منہ کے باجوں کو اور کوبہ کو اور دھپلی کو بولی کہتے ہیں تو میں نے پوچھا ابوالمہاجر سے کہ کیونکر بجایا کرتے تھے لوگ دف کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یعنی تم نے جو دف کا حکم اور باجوں کا سا بیان کیا تو حضرت کے وقت میں

جو دف بجایا کرتے تھے اُس میں کیا کہتے ہو تو انہوں نے کہا کہ وہ تو یہ بات تھی کہ جب شادی ہوتی تھی تو ایک عورت چھلنی اور اُس کی بجانے کی لکڑی لے کر اونچے پر چڑھ جاتی تھی اور اُسی کی لکڑی سے چھلنی کو بجاتی تھی سو لوگوں کو سنا دیتی تھی کہ مقرر شادی ہے فقط۔ لیکن ڈومنیوں کا دف بجا کر گانا اگرچہ عورتوں میں[۱] کی مجلس کیوں نہ ہو درست نہیں اس میں مکروہ اور حرام جمع ہو جاتے ہیں اور جہاں مکروہ اور حرام اکٹھا ہوں وہاں حرام کو ترجیح دیکر ناجائز کا حکم کیا کرتے ہیں چنانچہ اشباہ و نظائر کی یہ عبارت اس کی سند ہے[۲] اِذَا اجْتَمَعَ الْحَلَالُ وَالْحَرَامُ غُلِّبَ الْحَرَامُ وَمَعْنَاهَا مَا اجْتَمَعَ مُحَرَّمٌ وَمُبِيحٌ اِلَّا غُلِّبَ الْمُحَرَّمُ فقط سو نقد اور کپڑا وغیرہ ان ڈومنیوں کو دینا گانے بجانے کی مزدوری ٹھہری اور گانے پر مزدوری دینا لینا دونوں حرام ہیں ہدایہ کے کتاب الاجارہ میں یہ مضمون موجود ہے کہ لَا یَجُوْزُ الْاِسْتِیْجَارُ عَلَی الْغِنَاءِ وَالنَّوْحِ وَکَذَا سَائِرُ الْمَلَاهِیْ لِاَنَّهٗ اسْتِیْجَارٌ عَلَی الْمَعْصِیَةِ وَالْمَعْصِیَةُ لَا تُسْتَحَقُّ بِالْعَقْدِ یعنی نہیں جائز ہے مزدوری لینا راگ پر اور سینے پر اور اسی طرح اور گناہ کے کاموں پر اس لئے کہ یہ مزدوری گناہ کی ٹھہرے گی اور گناہ سے عقد[۳] نہیں ہو سکتا فقط اور فقط دف بغیر راگ کے بجانا مباح ہے تو اُس پر مزدوری لینا بھی ظاہرا مباح معلوم ہوتا ہے خلاصہ یہ کہ ڈوم ڈومنی اگر دف بجانے میں گاویں بھی تو اُن کو اُجرت لینا درست نہیں سو دینے والے کو کچھ کپڑا وغیرہ اُن کو دینا جائز نہ ہوگا۔

ستائیسواں مسئلہ۔ برات رخصت ہوتے وقت وہاں کی خدمت گزاروں کے خرچ کے واسطے اپنی مقدور بھر کچھ روپے پیسے دلہن کی طرف والوں کو دے آتے ہیں یہ رسم کیا ہے درست یا نادرست **جواب** ایسے مقاموں میں مال خرچنا اگر احسان و سلوک کی نیت سے ہو تو درست ہے اور اگر نام آوری اور دکھانے سنانے کو ہو تو برا ہے سو اب اکثر لوگ یہ مال رسم کے طور پر خرچتے ہیں اور اپنی ناموری مقصود رکھتے ہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

---

[۱] عورتوں ہی کی مجلس۔ طابع [۲] جب حلال اور حرام جمع ہو جائیں تو حرام کو ترجیح ہوتی ہے اور جب حرام اور اسی طرح جب مباح جمع ہو جائیں تو بھی حرام ہی کو ترجیح ہو گی۔ طابع [۳] عقد کہتے ہیں اُس معاملے کو جس میں ایجاب

مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰہُ بِہٖ وَمَنْ یُّرَائِیْ یُرَائِی اللّٰہُ بِہٖ یعنی جس نے لوگوں کے سنانے کو کوئی کام کیا تو فضیحت کرے گا اُس کو خدا اور جس نے دکھلانے اور نمود کے لئے کیا تو رسوا کرے گا اُس کو اللہ یہ حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔

اٹھائیسواں مسئلہ۔ برات کی رخصت کے وقت ہندو مسلمان فقیر محتاج لوگ اکٹھا ہو جاتے ہیں ان کو کچھ دینا اور ان پر کوئی چیز تقسیم کرنا درست ہی یا نہیں **جواب** ایسے وقت میں شکر اور صدقے کی راہ سے دونوں قسم کے فقیروں کو کچھ دینا جائز بلکہ مستحب ہی مشکوٰۃ میں ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ سَأَلَ بِاللّٰہِ فَاَعْطُوْہُ یعنی جو کوئی اللہ کا نام لیکر مانگے تو اُس کو دو فقط اور جو اپنے بڑائی اور نام آوری کے لئے دیوے تو جائز نہیں ایسے کاموں میں اعتبار نیت کا ہی بخاری اور مسلم کی حدیث ہی اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ یعنی ثواب کاموں کا نیتوں پر ہی اور محتاجوں مفلسوں کو دینا کہیں کسی وقت منع نہیں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں آیا ہی ابوداؤد کی روایت ہی کہ بُہَیْسَہ نام عورت نے اپنے باپ سے سنا ہوا نقل کیا کہ اُس نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ یعنی یارسول اللہ ایسی کون چیز ہی جس کا منع کرنا درست نہیں فرمایا اَلْمَاءُ یعنی پانی پوچھا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ اے پیغمبر خدا کونسی چیز ہی جس کا روکنا حلال نہیں فرمایا اَلْمِلْحُ نمک پوچھا یَا نَبِیَّ اللّٰہِ مَا الشَّیْءُ الَّذِیْ لَا یَحِلُّ مَنْعُہٗ یعنی اے نبی اللہ کے کس چیز کا منع جائز نہیں فرمایا اَنْ تَفْعَلَ الْخَیْرَ خَیْرٌ لَّکَ یعنی اچھا کام اچھا ہی تیرے واسطے فقط اور ایک حدیث میں ہی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اَنْفِقْ یَا ابْنَ اٰدَمَ اُنْفِقْ عَلَیْکَ یعنی خرچ کر اے آدم کے بیٹے تو میں تجکو دیا کروں۔

اُنتیسواں مسئلہ۔ کچھ نقد غلہ پکی ہوئی روٹیاں محتاجوں کے دینے کے لئے جنازے کے ساتھ لیجانا درست ہی یا نہیں **جواب** مردے کے ترکے کا مال ثواب کی نیت سے محتاجوں کو دینا درست ہی بشرطیکہ اُس کے وارث جوان ہوں اور اگر وارث چھوٹے نابالغ ہوں تو

سے ترکہ تقسیم کئے درست نہیں اور جنازے کے ساتھ یہ چیزیں لیجانا جاہلیت کی رسم ہی شرع
میں اس کی کچھ اصل ثابت نہیں اور جس چیز کی اصل شرع میں کوئی نظیر اور مثل نہ ہو اُس کا
عمل میں لانا دو حال سے خالی نہیں یا مکروہ ہے یا حرام اور مردے کو ثواب پہنچانے کے
لئے محتاجوں کو صدقہ دینا بغیر اس کے کہ جنازے کے ساتھ لیجاویں بیشک درست ہی جو چیز
محتاجوں کو مردے کے ثواب کے لئے دیویں تو مستحب ہی کہ اس طرح دیں کہ اُس میں ریا اور
وقت اور دن کے معین کرنے کا لحاظ نہ ہو نہیں تو بدعت ہو جاتا ہے اور ایسا دینا کراہت
سے خالی نہیں اللہ ہی سیدھی راہ دکھاتا ہے جس کو چاہتا ہی۔

تیسواں مسئلہ۔ مرنے کے بعد مردے کو بدنی اور مالی عبادت کا ثواب پہنچتا ہی
یا نہیں **جواب** حنفیوں کے نزدیک عبادت بدنی مالی دونوں کا ثواب پہنچتا ہی چنانچہ ہدایہ
میں ہی اِنَّ الْاِنْسَانَ لَهٗ اَنْ يَّجْعَلَ ثَوَابَ عَمَلِهٖ لِغَيْرِهٖ صَلٰوةً كَانَ اَوْ صَوْمًا اَوْ
صَدَقَةً اَوْ غَيْرَهَا عِنْدَ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ یعنی آدمی کو جائز ہی کہ اپنے عمل کا ثواب
کسی دوسرے کو دے ڈالے نماز ہو یا روزہ یا صدقہ وغیرہ اہلِ سنت کے نزدیک فقط اور
امام سیوطی نے شرح الصدور میں طبرانی سے روایت لکھی کہ طبرانی نے حضرت انس سے نقل
کیا کہ انس کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ فرماتے تھے مَا مِنْ اَهْلِ
بَيْتٍ يَمُوْتُ مِنْهُمْ مَيِّتٌ فَيَتَصَدَّقُوْنَ عَنْهُ بَعْدَ مَوْتِهٖ اِلَّا اَهْدَاهَا لَهٗ جِبْرَئِيْلُ عَلٰى
طَبَقٍ مِّنْ نُّوْرٍ ثُمَّ يَقِفُ عَلٰى شَفِيْرِ الْقَبْرِ فَيَقُوْلُ يَا صَاحِبَ الْقَبْرِ الْعَمِيْقِ هٰذِهٖ هَدِيَّةٌ
اَهْدَاهَا اِلَيْكَ اَهْلُكَ فَاقْبَلْهَا فَتَدْخُلُ عَلَيْهِ فَيَفْرَحُ بِهَا وَيَسْتَبْشِرُ وَيَحْزَنُ جِيْرَانُهٗ
الَّذِيْنَ لَا يُهْدٰى اِلَيْهِمْ بِشَيْءٍ یعنی جس گھر میں مردہ مرے اور وہ لوگ اُس کے مرنے کے
بعد صدقہ کریں تو حضرت جبرئیل اُس صدقے کو نور کے طبق میں اُس کے پاس لاتے ہیں پھر اُس
قبر کے کنارے پر کھڑے ہوتے ہیں تو کہتے ہیں اے گہری قبر والے تیرے گھر والوں نے تجھ کو
یہ تحفہ بھیجا ہی سو تو اس کو قبول کر پھر وہ تحفہ اُس کو ملتا ہے تو وہ مردہ خوش ہوتا ہی اُس سے

اور خشاش بشاش ہو جاتا ہے اور غمگین ہو جاتے ہیں اُس کے آس پاس کے مردے جن کو تحفہ نہیں بھیجا جاتا فقط اور اُسی کتاب میں ہے ابوہریرہؓ کی روایت سے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیَرْفَعُ الدَّرَجَةَ لِلْعَبْدِ الصَّالِحِ فِی الْجَنَّةِ فَیَقُوْلُ یَا رَبِّ اَنّٰی لِیْ هٰذِہٖ فَیَقُوْلُ بِاسْتِغْفَارِ وَلَدِكَ یعنی مقرر اللہ تعالیٰ بلند کر دیتا ہے اپنے اچھے بندے کا درجہ بہشت میں تو وہ عرض کرتا ہے اے پروردگار میرے کہاں سے یہ میرا درجہ بلند ہو گیا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تیرے بیٹے کے تیرے لئے بخشش مانگنے کے سبب سے فقط اور شیخ عبدالحقؒ نے شیخ ابن ہمام سے اپنی کتاب جامع البرکات منتخب شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ عالموں کا اتفاق ہے کہ مالی عبادت جیسے صدقے وغیرہ کا ثواب مردے کو پہنچتا ہے اور بدنی عبادت میں جیسے نماز اور قرآن پڑھنا اختلاف ہے لیکن بہت صحیح مذہب یہ ہے کہ پہنچتا ہے۔

اکتیسواں مسئلہ۔ دستور ہے کہ مردہ مرنے کے بعد مردے کے رشتے دار اور پروسی کھانا پکا کر اُس کے گھر لیجاتے ہیں اور کئی دن تک یہی معمول ٹھہراتے ہیں یہ کھانا اُن مصیبت والوں کو دینا درست ہے یا نہیں **جواب** مستحب ہے کہ مردے کے رشتہ دار اور پروسی مصیبت والوں کے لئے دو وقت کا کھانا پکا کر اُس کے گزران موافق بھیج دیں چنانچہ برہان مواہب الرحمان کی شرح میں ہے وَیُسْتَحَبُّ لِلْجِیْرَانِ وَاَهْلِ الْبَیْتِ وَالْاَقْرِبَاءِ وَالْاَبَاعِدِ تَهْیِئَةُ طَعَامٍ لَهُمْ یُشْبِعُهُمْ یَوْمَهُمْ وَلَیْلَتَهُمْ یعنی اور مستحب ہے پروسیوں اور گھر والوں اور رشتے مندوں اور دور والوں کو کھانا پکانا مردے والوں کے لئے کہ اُن کا پیٹ بھر دے ایک دن اور رات فقط اور ترمذی نے عبداللہ بن جعفر سے روایت کی کہ جب آئی موت کی خبر جعفر کی تو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اِصْنَعُوْا لِاَهْلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا فَاِنَّهٗ قَدْ جَاءَهُمْ مَا یَشْغَلُهُمْ یعنی طیار کرو جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا اس لئے کہ ان پر ایسی چیز آئی ہے کہ روک رکھے گی

اُن کو پکانے کھانے سے بفظا اور یہی حدیث مشکوۃ میں ہے مگر بعض لفظ کا فرق ہے اور جامع البرکات میں ہے کہ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رشتے مندوں اور پڑوسیوں اور دوستوں کو مستحب ہے کہ کھانا پکا کر مردے والے کے گھر بھیجیں اور بعضے عالم کہتے ہیں کہ پہلے دن مرنے سے تو کھانا بھیجنا مکروہ نہیں اس لئے کہ وہ لوگ اُس کے کفن دفن میں لگے ہوتے ہیں اور دوسرے دن اگر پیٹنے والی عورتیں وہاں جمع ہوں تو مکروہ ہے کہ اس میں گناہ کی مدد اور اعانت ہے اور اختلاف ہے کہ اُس کھانے کو مصیبت والوں کے سوا اور لوگ کھاویں یا نہ کھاویں سو ابوالقاسم نے کہا کہ جو لوگ اُس کی تجہیز تکفین میں مشغول ہوں اُن کو کھانا مضائقہ نہیں یہ تقریر مطالب المومنین کی ہے۔

تینتیسواں مسئلہ۔ مردے کی ماتم پُرسی کو جانا اور وہاں دونوں ہاتھ اُٹھا کر سورۂ فاتحہ وغیرہ پڑہنا جائز ہے یا نہیں جواب ماتم پُرسی کو جانا جائز ہے اور مغفرت کی دعا اُس کے لئے مانگنا مستحب ہے اور ایسے مردے کے وارثوں کے لئے صبر کی دعا کرنا چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مرقوم ہے وَیُسْتَحَبُّ اَنْ یُّقَالَ لِصَاحِبِ التَّعْزِیَةِ غَفَرَ اللّٰہُ تَعَالٰی لِمَیِّتِکَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَتَغَمَّدَهٗ بِرَحْمَتِهٖ وَرَزَقَکَ الصَّبْرَ عَلٰی مُصِیْبَتِهٖ وَاٰجَرَکَ عَلٰی مَوْتِهٖ کَذَا فِی الْمُضْمَرَاتِ نَاقِلًا عَنِ الْحُجَّةِ وَاَحْسَنُ ذٰلِکَ تَعْزِیَةُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَهٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی یعنی مستحب ہے کہ ماتم والے سے کہا جاوے کہ اللہ بخشے تیرے مردے کو اور درگذر کرے اُس کے گناہ سے اور ڈہانپ لے اُس کو اپنی رحمت میں اور روزی کرے تجکو صبر اُس کی مصیبت پر اور بدلہ دے تجھ کو اُس کی موت پر اور بہتر تعزیت یہ ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے کہ اللہ ہی کا ہے جو اُس نے لے لیا اور اُسی کا ہے جو اُس نے دیا اور ہر شے اُس کے پاس ہے ایک ٹھہری ہوئی مدت تک فقط اور ہاتھ اُٹھانا دعا میں تعزیت کے وقت ظاہرا جائز معلوم ہوتا ہے حدیث میں دعا کے لئے ہاتھ

اٹھانا مطلقاً بے قید وقت اور مکان کے ثابت ہوا تو اُس وقت بھی مضائقہ نہیں لیکن خاص کی تعزیت کی دعا میں ہاتھ اُٹھانا شرع سے ثابت نہیں۔

تیتیسواں مسئلہ۔ ماتم پرسی کو کے دن تک جانا درست ہی جواب تین دن تک اور تین دن کے بعد مکروہ ہے مگر ہاں اگر یہ تعزیت کرنے والا یا مردے کا وارث کہیں اور سفر میں ہو تو تین دن کے بعد بھی درست ہے اور تعزیت کو ایک ہی بار جاویں پھر دوسری بار نہ جاویں چنانچہ عالمگیریہ میں ہی وَ رَوَی الْحَسَنُ عَنْ زِیَادٍ وَاِذَا عَزّٰی اَهْلَ الْمَیِّتِ مَرَّةً فَلَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّعَزِّیَهٗ مَرَّةً اُخْرٰی وَ وَقْتُهَا مِنْ حِیْنِ یَمُوْتُ اِلٰی ثَلٰثَةِ اَیَّامٍ وَّیُکْرَهُ بَعْدَهَا اِلَّا اَنْ یَّکُوْنَ الْمُعَزِّیْ اَوِ الْمُعَزّٰی اِلَیْهِ غَائِبًا فَلَا بَاْسَ بِهٖ لفظہ اور جامع البرکات میں ہی کہ تعزیت مردے کے دفن سے پہلے اور تین دن دفن کے بعد مستحب ہی اور تعزیت کے معنی صبر و دلاسا دینا اور عزا کے معنی صبر اور مکروہ ہی کہ گھر کے دروازہ پر بیٹھیں اور لوگ تعزیت کو جمع ہوا کریں بلکہ جب دفن سے فارغ ہوں تو لوگ علیحدہ ہو کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہو جاویں اور مردے والا اپنا کام کرنے لگے اور تین دن سے زیادہ تعزیت نچاہیئے اور بعضے مشایخ کہتے ہیں کہ حاضر کے پاس تین دن تک تعزیت کو جانا درست ہے اور جو مسافر سفر سے آیا ہو اُس کے پاس ایک ہی دن جانا چاہیئے اور بعضوں نے کہا کہ تین دن تک گھر میں یا مسجد میں بیٹھنا مضائقہ نہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جعفر بن ابی طالب اور زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کے قتل کی خبر سن کے مسجد شریف میں بیٹھے تھے اور لوگ آیا کرتے تھے اور یہ جو اب کے لوگ تکلفات کرتے ہیں کہ تیسرے دن فرش بچھاتے اور خیمے کھڑے کرتے اور خوشبو بانٹتے اور ایسے اور کام عمل میں لاتے ہیں یہ سب بدعت سیّئہ اور نامشروع ہیں اللہ تعالیٰ ان پر مہربانی کرے اور ان کی خطا سی در گذرے۔

چوتیسواں مسئلہ۔ دستور ہی کہ مرنے سے تیسرے دن برادری کے لوگ اور دوست

آشنا تعزیت کے لئے مردے کے گھر جاتے اور وہاں اکٹھا ہو کر سورۂ فاتحہ اور سورۂ اخلاص پڑھ کر مردے کو بخشتے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرتے ہیں یہ رسم جائز ہے یا نہیں اور تیجے اور دسویں اور بیسویں اور چالیسویں وغیرہ کا دن مقرر کرنا درست ہی یا نہیں **جواب** فقط تعزیت کرنا اور مصیبت زدوں کو دلاسا دینا اور صبر کی رغبت دلانا بلا شبہ درست ہی چنانچہ ابھی اس کا بیان گزر چکا اور یہ جاؤ کر کے تیسرے دن کچھ پڑھنا اور اُس دن اچھے لوگوں اور قاریوں کو جمع کر کے قرآن ختم کرنا یا کوئی سورۃ مکروہ ہے نصاب الاحتساب میں ہی اِنَّ خَتْمَ الْقُرْاٰنِ جَھْرًا بِالْجَمَاعَۃِ وَیُسَمّٰی بِالْفَارِسِیَّۃِ سیپارہ خواندن مکروہٌ یعنی قرآن ختم کرنا جماؤ باندھ کے جس کو سیپارہ خوانی کہتے ہیں مکروہ ہی فقط اور تیجا اور دسواں وغیرہ مقرر کرنا اور کھانا پکا کر لوگوں کو کھانا کھلانے اور قرآن پڑھنے کو ان دنوں میں بلانا بھی مکروہ ہی چنانچہ فتاوی بزازیہ میں مستملی منیۃ المصلی کی شرح سے لکھا ہی وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الطَّعَامِ فِی الْیَوْمِ الْاَوَّلِ وَالثَّالِثِ وَبَعْدَ الْاُسْبُوْعِ وَنَقْلُ الطَّعَامِ اِلَی الْقَبْرِ فِی الْمَوَاسِمِ وَاتِّخَاذُ الدَّعْوَۃِ بِقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ وَجَمْعِ الصُّلَحَاءِ وَالْقُرَّاءِ لِلْخَتْمِ اَوْ لِقِرَاءَۃِ سُوْرَۃِ الْاَنْعَامِ وَالْاِخْلَاصِ وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الْحُزْنِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ مُسْتَقْبَحَۃٌ یعنی اور مکروہ ہی کھانا طیار کرنا مردے کے مرنے سے پہلے دن اور تیسرے دن اور ہفتہ کے بعد اور قبر کے پاس کھانا لیجانا تہواروں میں اور لوگوں کو بلانا قرآن پڑھنے کو اور اچھے لوگوں اور قاریوں کو جمع کرنا قرآن ختم کرنے کو یا سورۂ انعام اور سورۂ اخلاص پڑھنے کو اور مکروہ ہے مردے والوں سے لوگوں کی ضیافت لینا اس لئے کہ ضیافت کا خوشی کے کاموں میں حکم ہے نہ غم میں اور یہ سب کام بدعت میں بُری فقط اور فتح القدیر میں ہی وَیُکْرَہُ اِتِّخَاذُ الضِّیَافَۃِ مِنْ اَھْلِ الْمَیِّتِ لِاَنَّہٗ شُرِعَ فِی السُّرُوْرِ لَا فِی الشُّرُوْرِ وَھِیَ بِدْعَۃٌ مُسْتَقْبَحَۃٌ یعنی اور مکروہ ہی مردے والوں سے ضیافت لینا اس سبب سے کہ ضیافت خوشیوں میں مقرر ہوئی نہ غموں میں اور یہ ضیافت

بڑی بدعت ہی نقطا ور نوادر الفتاوی میں ہی کہ مکروہ ہے وہ کھانا کھانا جو مردے کے بعد تین
دن اور ہفتے اور مہینے اور برس کے بعد پکتا ہی خصوصاً عالموں فاضلوں کو پیغمبر خدا صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا طَعَامُ الْمَیِّتِ یُمِیْتُ الْقَلْبَ وَطَعَامُ الْمَرِیْضِ یُمْرِضُ الْقَلْبَ یعنی مردے
کا طعام مردہ کر ڈالتا ہی دل کو اور مریض کا طعام مریض کر دیتا ہے دل کو فقط اور نوادر شامی میں
ہی کہ مکروہ ہی اُس کھانے کو قبول کرنا جو مردے کی روح کے لئے پکایا جاتا ہے فقط اور یہی
مضمون قراخانی وغیرہ معتبر فتاووں میں ہے جو تمام مشرق اور مغرب میں مشہور ہیں لیکن
اگر یہ دن اور سوا ان کے اور کوئی دن خاص کر نہ مقرر کریں اور کھانا پکوا کر مردے کی
طرف سے فقیروں محتاجوں کو کھلاویں تو جائز ہے جیسا امام بزاری نے کہا وَاِنِ اتَّخَذَ
طَعَامًا لِلْفُقَرَآءِ کَانَ حَسَنًا یعنی فقیروں کے لئے کھانا پکانا بہتر ہی فقط اور جامع البرکات
میں ہی کہ یہ جو لوگ مردے کی طرف سے ثواب کی نیت پر فقیروں کے لئے کھانا پکایا کرتے
ہیں سو فقیر کے سوا کسی کو نہیں درست اس لئے کہ صدقہ فقیروں کا حق ہے اور ہدیہ امیروں
کا فقط اور کھانا کھانے سے پہلے اُس پر کچھ فاتحہ وغیرہ پڑھنا اور ہاتھ دعا کی طرح بلند کرنا
جیسا اب رواج ہو رہا ہے اگلے عالموں سے ماثور اور کسی کتاب میں مذکور نہیں بلکہ مکہ
معظمہ اور مدینہ شریف میں تمام عالم فاضل کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت سے
اب تک اُس دیار مبارک کی سکونت سے مشرف ہوئے ہیں کھانے پر فاتحہ پڑھنے کا نام
بھی نہیں جانتے مگر ہاں اس ملک کے لوگ جو وہاں جا کر بسے ہیں ان میں کا بعضا شخص اپنے
گھر میں پوشیدہ اس نئے کام کو عمل میں لاتا ہے سو وہاں کے عالم جب اطلاع پاتے ہیں
تو اس کو منع کرتے اور اس کام کو بُرا بتاتے ہیں البتہ سنت جماعت میں یہ طریقہ سلف سے
جاری ہی کہ کھانا کھانے کے بعد ضیافت والوں کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کرتے ہیں یہ
سب مضمون جامع البرکات کا ہے اور شرعۃ الاسلام کی شرح میں ہی کہ وَیَدْعُوا اَیِ
الضَّیْفُ لِصَاحِبِ الطَّعَامِ بِالْبَرَکَۃِ وَالرَّحْمَۃِ وَالْمَغْفِرَۃِ بِاَنْ یَّقُوْلَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ

لَهُ فِيمَا رَزَقْتَهُ وَيَسِّرْ لَهُ اَنْ يَّفْعَلَ خَيْرًا مِّنْهُ وَقَنِّعْهُ بِمَا اَعْطَيْتَهُ وَاغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَاجْعَلْنَا وَاِيَّاهُ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ یعنی دعا کیے مہمان کھانا کھلانے والے کے لئے برکت اور رحمت اور مغفرت کی اس طرح کہ کہے اے اللہ برکت دے اُس کو اُس میں جو تو نے اُس کو دیا اور آسان کر اُس پر نیکی کرنا اور قناعت نصیب کر اُس کو اُس میں جو تو نے اُس کو عنایت کیا اور بخش اُس کو اور اُس پر رحم کر اور کر دے ہم کو اور اُس کو احسان ماننے والے شکرگزاروں میں فقط اور اسی کتاب میں ہی وَيُسَمِّي التَّسْمِيَةَ فِي اَوَّلِهِ فَاِنَّهُ يَقُوْلُ وَلَوْ فِي اٰخِرِهٖ حِيْنَ يَتَذَكَّرُ التَّسْمِيَةَ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهُ وَاٰخِرَهُ وَلْيَقْرَأْ سُوْرَةَ الْاِخْلَاصِ اِذَا فَرَغَ مِنَ الْاَكْلِ یعنی اور مقرر کیا جاوے تسمیہ کھانے کے اول میں یعنی بسم اللہ کھانے کے شروع میں کہنا چاہئے سو وہ شخص کہہ لیوے اگرچہ کھانے کا آخر ہو جب اُس کو یاد آوے بسم اللہ کہنا یعنی اگر شروع کرتے وقت بھول گیا تو جب اُس کو یاد ہو تب کہہ لیوے کہ بسم اللہ اولہ وآخرہ یعنی میں اللہ ہی کا نام لیتا ہوں کھانے کے اول بھی اور آخر بھی اور پڑھے سورہ قل ہو اللہ احد جب فارغ ہوئے کھانے سے فقط اور جو چیز کہ سلف سے عبادت کے طور پر نہ چلی آتی ہو وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

بیتیسواں مسئلہ۔ دستور ہے کہ حافظوں کو نوکر رکھ کر قبر پر بٹھلاتے ہیں کہ قرآن شریف پڑھ پڑھ مردے کو بخشا کریں یہ درست ہے یا نہیں **جواب** اس مسئلے میں اختلاف ہے طرح طرح کی روایتیں وارد ہیں بعضی کتابوں سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کا قبر پر بٹھلانا مکروہ ہے نہ حافظوں کو ثواب ہوتا ہے نہ مردے کو چنانچہ خزانۃ الروایات اور شاہان میں ہے اُجْرَةُ الْقُرْاٰنِ مِثْلُ اَنْ يَّسْتَاجِرَ رَجُلًا لِيَقْرَأَ الْقُرْاٰنَ عَلٰى رَأْسِ الْقَبْرِ قِيْلَ هٰذِهِ الْقِرَاءَةُ لَا يَسْتَحِقُّ بِهِ الثَّوَابَ لَا لِلْمَيِّتِ وَلَا لِلْقَارِيْ یعنی قرآن کی مزدوری کی مثال یہ کہ مزدور ٹھہرایا جاوے کوئی شخص کہ قبر پر قرآن پڑھا کرے سو بعضوں نے کہا کہ اس پڑھنے کا نہ مردے کو ثواب ہے نہ پڑھنے والے کو فقط اور نصاب

الاحتساب میں ہے اِتِّخَاذُ الْقَارِیْ عِنْدَ الْقَبْرِ بِدْعَۃٌ وَلَا مَعْنٰی لِصِلَۃِ الْقَارِیْ لِقِرَاءَتِہٖ وَلَمْ یَفْعَلْہُ اَحَدٌ مِّنَ الْخُلَفَاءِ وَالصَّحَابَۃِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ یعنی مقرر کرنا قرآن پڑھنے والے کا قبر کے پاس بدعت ہے اور پڑھنے والے کو اُس کے پڑھنے کے بدلے کچھ دینا نہ چاہیے اور یہ کام نہ کیا کسی حضرت کے خلیفہ اور حضرت کے یار نے فقط اور در مختار کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حافظوں کا قبر پر بٹھلانا مکروہ نہیں ہے جیسا کہا لَا یُکْرَہُ اِجْلَاسُ الْقَارِئِیْنَ عِنْدَ الْقَبْرِ وَھُوَ الْمُخْتَارُ یعنی مکروہ نہیں حافظوں کو قبر پاس بٹھلانا اور یہی مذہب مختار ہے فقط بہر صورت یہ مسئلہ اختلافی ہے اور اختلاف کی صورت میں اصول کے قاعدے بموجب احتیاط پر عمل کرتے ہیں چنانچہ احتیاط کا طور اس مسئلے میں مجالس واعظیہ والے نے بیان کر دیا ہے وہ یہ ہے لَوْ قَرَأَ فِیْ بَیْتِہٖ وَاَھْدٰی ثَوَابَھَا اِلَیْہِمْ بِاَنْ قَالَ بِلِسَانِہٖ بَعْدَ فَرَاغِہٖ مِنْ قِرَاءَتِہٖ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ ثَوَابَ مَا قَرَأْتُہٗ لِاَھْلِ الْقُبُوْرِ لَوَصَلَ اِلَیْہِمْ لِاَنَّ ھٰذَا دُعَاءٌ بِوُصُوْلِ الثَّوَابِ اِلَیْہِمْ وَالدُّعَاءُ یَصِلُ بِلَا خِلَافٍ فَلَا یَحْتَاجُ اِلٰی اَنْ یَّقْرَأَ عَلٰی قُبُوْرِھِمْ یعنی اگر پڑھنے والا یوں کیا کرے کہ اپنے گھر میں قرآن پڑھے اور اُس کا ثواب مردے کو اس طرح زبان سے کہہ کر پہنچا وے کہ اے اللہ دے تو میرے پڑھنے کا ثواب اُس مردے کو تو بیشک ثواب پہنچے اس واسطے کہ یہ کہنا اُس مردے کے ثواب پہنچنے کی دعا ہے اور دعا بلا اختلاف پہنچتی ہے تو اس صورت میں قبروں پر پڑھنے کی کچھ احتیاج نہیں فقط آگے اختلاف سے مسئلے کی حقیقت اللہ ہی جانے اُسی کا علم محکم ہے۔

چھتیسواں مسئلہ۔ عرس کا دن مقرر کرنا اور اُس دن محتاجوں کو کھانا کھلانا اور اپنی برادری میں بھاجی کی طرح بانٹنا درست ہے یا نہیں اور یہ جو مشہور ہے کہ جمعرات وغیرہ کی رات روح اپنے گھر آ کر آواز نرم سے کہتی ہے کہ اے میرے وارثو کچھ میرے لئے خیرات کرو یہ روایت حدیثوں کی معتبر کتابوں میں ہے یا نہیں جواب عرس کا دن مقرر کرنا جائز نہیں چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں لکھتے ہیں لَا یَجُوْزُ مَا یَفْعَلُہُ الْجُھَّالُ بِقُبُوْرِ الْاَوْلِیَاءِ

وَالشُّهَدَآءِ مِنَ السُّجُوْدِ وَالطَّوَافِ حَوْلَهَا وَاتِّخَاذُ السُّرُجِ وَالْمَسَاجِدِ وَمِنَ الْاِجْتِمَاعِ بَعْدَ الْحَوْلِ كَالْاَعْيَادِ وَيُسَمُّوْنَهٗ عُرْسًا یعنی یہ کام جاہل لوگ اولیا اور شہیدوں کی قبروں پر کیا کرتے ہیں جیسے سجدے اور اُن کے آس پاس پھرنا اور وہاں بہت سے چراغ روشن کرنا اور اُن کی طرف مسجدیں بنوانا اور برس دن کے بعد وہاں عید کی طرح جماؤ کرنا اور اُس کا نام عرس رکھنا سب نادرست ہے فقط اور کھانا وغیرہ بانٹنا بے دن مقرر کئے ہوئے جائز ہی اس میں کوئی دم نہیں مار سکتا مگر ہاں مردے کا کھانا حصے بنا کر گھر گھر بھیجنا جس کو بھاجی کہتے ہیں بے اعتبار اور پوچ ہی اس میں مردے کو ثواب کے پہنچنے کی توقع نہیں شیخ عبدالحق نے جامع البرکات میں لکھا ہے کہ یہ جو لوگ ان شہروں میں برسی یا چھماہی یا چالیسویں کو کھانا پکا اور حصے بنا کر برادری میں بھیجتے اور اُس کو بھاجی کہتے ہیں کچھ چیز نہیں محض بے اعتبار ہی بہتر یہ ہی کہ اُس کو نہ کھاویں فقط اور یہ شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں بھی بعینہ یہی عبارت شیخ عبدالحق کی نقل کر دی ہی اور وہ جو بعضی روایتوں میں آیا ہے کہ مردے کی روح بعضی راتوں میں جیسے شب جمعہ اور شب برات و شب عرفہ وغیرہ میں آیا کرتی ہے یہ روایتیں صحاح ستہ میں تو ہیں نہیں اور جب تک حدیث کی روایت صحیح مرفوعہ متصل الاسناد نہ ہو تو وہ اعتبار کے قابل نہیں اگرچہ بعضے لوگوں نے اپنی کتابوں میں لکھا ہو بلکہ حال تو یہ ہی کہ بعضے محدثین جیسے ملا علی قاری اور شیخ الاسلام وغیرہ نے ان روایتوں کو ضعیف لکھا ہی اور شیخ عبدالحق نے جامع البرکات میں اس روایت کو غریب حدیثوں میں شمار کیا ہی چنانچہ فرمایا ہے کہ بعضی روایت غریبہ میں وارد ہے کہ مردے کی روح جمعے کی رات اپنے گھر آکر نظر کرتی ہی کہ کسی نے اُس کے لئے خیرات کی یا نہیں واللہ اعلم۔

ستائیسواں مسئلہ۔ قبر اور چبوترہ اور چار دیواری اور گنبد چونا اور اینٹوں سے بنوانا جائز ہی یا نہیں اور اگر قبر کے آس پاس حفاظت کے لئے پختہ کر دیں اور تعویذ کچا رکھیں تو درست ہی یا نہیں جواب قبر پکی کرنا اور گنبد اور چار دیواری اور چبوترہ بنانا

جائز نہیں چنانچہ حدیث شریف میں مسلم کی روایت سے واقع ہو کہ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ یعنی منع کیا پیغمبر خدا نے قبر پر گچ کرنا اور عمارت بنانے اور بیٹھنے سے فقط اور مواہب الرحمن میں ہو وَيَحْرُمُ الْبِنَاءُ عَلَى الْقَبْرِ لِلزِّيْنَةِ وَيُكْرَهُ لِلْاِحْكَامِ بَعْدَ الدَّفْنِ یعنی مکان بنانا قبر پر زینت کے لئے حرام ہے اور مضبوط کرنے کے لئے دفن کے بعد مکروہ اور اس کتاب کی شرح میں ہو لِاَنَّ الْبِنَاءَ لِلْبَقَاءِ وَالْقَبْرُ مَوْضِعُ الْفَنَاءِ یعنی عمارت قبر پر اس لئے منع ہو کہ عمارت تو ہمیشہ رہنے اور بقا کے لئے ہوتی اور قبر فنا کی جگہ ہو اُس میں عمارت کی کیا حاجت فقط اور اسی طرح عالمگیریہ میں ہے اور تحفۃ الملوک والا لکھتا ہو کہ مکان بنانا چونے سے قبر پر پانی کی حفاظت کے لئے مکروہ ہے کیونکہ قبر اور اس کا چبوترہ وغیرہ مضبوطی کا مقام نہیں ہے سو جیسا قبر کا خام رکھنا بہتر ہے ویسے ہی اُس کا آس پاس خام بنانا چاہئے مگر فقط ٹوٹی پھوٹی قبر کی مٹی سے مرمت کر دینا کچھ ڈر نہیں چنانچہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے عالمگیریہ میں ہے وَاِذَا خَرِبَتِ الْقُبُوْرُ فَلَا بَاْسَ بِتَطْيِيْنِهَا كَذَا فِي التَّاتَارْخَانِيَّةِ فقط اور شیخ عبد الحق جامع البرکات میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو یعنی علی کو بھیجا کہ جہاں کہیں کوئی تصویر نظر پڑے اُس کو نیست و نابود کر دے اور جو قبر اونچی پاوے اُس کو نیچی اور برابر بنا وے کہ زمین کے نزدیک ہو جاوے اور جابر کی حدیث میں وارد ہو کہ منع فرمایا جناب رسالت مآب نے قبر پر گچ کرنے سے اور فرمایا کہ اگر کہگل کر دیں کہ ویران نہ ہو جاوے تو درست ہے۔

اٹھائیسواں مسئلہ۔ چارپائی پر جنازے کی نماز پڑھنا اور کلمہ طیب بلند یا آہستہ جنازے کے ساتھ پڑھتے جانا اور مردے کے نیچے قبر میں فرش بچھانا اور مر جانے کے بعد مردے کو کلمے کی تلقین کرنا اور نماز ہول مردے کے لئے پڑھنا اور مردے کو

دفن کرکے چالیس قدم لوٹنا درست ہے یا نہیں جواب جنازے کی نماز چارپائی پر پڑھنا
درست ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نعش مبارک سریر پر رکھ کر نماز پڑھی گئی تھی اور
عرب کے لوگ اپنی بول چال میں تخت اور چارپائی وغیرہ کو سریر کہتے ہیں چنانچہ قاموس[1]
میں ہے کہ اَلشَّرِیْطَۃُ خُوْصٌ مَفْتُوْلٌ یُشْرَطُ بِہِ السَّرِیْرُ وَنَحْوُہٗ وَالْخُوْصُ بِالضَّمِّ
وَرَقُ النَّخْلِ یعنی شریط کہتے ہیں خوص بٹی ہوئی کو جس سے سریر وغیرہ بنا جاتا ہے اور خوص
کے معنی چھوہارے کی پتی فقط مطلب یہ کہ چھوہارے کی پتی بٹ کر اُس کے بانوں سے
سریر بنتے ہیں اُس کو فارسی والے چارپائی اور ہندی والے کھاٹ کہتے ہیں چنانچہ شیخ
عبدالحق نے بھی مشکوٰۃ میں سریر کے ترجمے میں لکھا ہے کہ ہندی والے اس کو کھاٹ کہتے
ہیں اس تقریر سے معلوم ہوا کہ سریر کی لفظ عرب کی بولی میں عام ہے تخت اور چارپائی
اور کھٹولے وغیرہ سب پر بولی جاتی ہے سو جو کوئی تخت چارپائی پر نماز جنازے کی پڑھنا منع
کرے اُس کو عرب کا محاورہ معلوم نہیں محض ناواقف ہے اور جنازے کے ساتھ کلمہ طیب
بلند پڑھتے جانا مکروہ ہے اگر آہستہ پڑھیں کہ دوسرا آدمی نہ سنے تو مضائقہ نہیں چنانچہ عالمگیریہ
میں فتاویٰ قاضی خاں اور شرح طحاوی سے لکھا ہے وَعَلٰی مُتَّبِعِی الْجَنَازَۃِ الصَّمْتُ
وَیُکْرَہُ رَفْعُ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ وَقِرَاءَۃِ الْقُرْاٰنِ کَذَا فِیْ شَرْحِ الطَّحَاوِیْ فَاِنْ
اَرَادَ اَنْ یَّذْکُرَ اللّٰہَ یَذْکُرُہٗ فِیْ نَفْسِہٖ کَذَا فِیْ فَتَاوٰی قَاضِیْ خَاں یعنی واجب
ہے جنازے کے پیچھے چلنے والوں پر چپ رہنا اور مکروہ ہے ذکر اور قرآن پڑھنے کی آواز بلند کرنا
پھر اگر اللہ کا ذکر کیا چاہے تو اپنے جی میں کرے فقط اور قبر میں مردے کے نیچے فرش بچھانا
چاروں مذہب کے علما کے نزدیک مکروہ ہے اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک
کے نیچے جو قبر شریف میں چادر بچھائی گئی تھی وہ اُن کو خاص تھی اوروں کو درست نہیں اسی
طرح مواہب لدنیہ میں ہے اور ملا علی قاری کی شرح مشکوٰۃ میں ہے وَالصَّوَابُ کَرَاھَۃُ ذٰلِکَ

---

[1] لغت کی کتاب کا نام ہے ۱۲

كَمَا قَالَهُ الْجُمْهُوْرُ وَالْقَطِيْفَةُ اَلْقَاهَا شَقْرَانُ بِلَا اَمْرٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ قَالَ بَعْضُهُمْ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ خَصَائِصِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ یعنی بہتر یہی مذہب ہی کہ قبر میں چادر ڈالنا
مکروہ ہی چنانچہ سارے عالموں کا یہی قول ہے اور شقران نے جو حضرت کی قبر مبارک میں
چادر ڈالی تھی تو اس میں حضرت کے یاروں کا حکم نہ تھا اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ حضرت کا
خاصہ تھا فقط اور جامع البرکات میں دفن کے باب میں ایک حدیث نقل کی ہی کہ اُس کی
شرح میں اکثر علما کا مذہب اور حضرت کی قبر شریف میں چادر بچھانے کا سبب بیان کیا
ہی چنانچہ لکھا ہی عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ جُعِلَ فِیْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَطِيْفَةٌ
حَمْرَاءُ یعنی بچھائی گئی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں ایک سُرخ چادر قطیفہ کہتے ہیں اُس
چادر کو جس میں ریشا اور پھندنا ہو اور اُس کو خمیلہ بھی کہتے ہیں اور مخمل کا بھی یہی مطلب
ہی اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر میں شقران نام غلام نے بے حکم صحابہ کے بچھا دی تھی
اُن کی اس میں مرضی نہ تھی اور اُس نے اس واسطے بچھائی تھی کہ حضرت کے بعد کوئی
اس کو نہ پہنے اور استعمال نہ کرے اور نیچے نہ ڈالے اور عالم لوگ مردے کے نیچے کپڑا
ڈالنا مکروہ بتاتے ہیں کہ اس میں اسراف اور مال ضائع کرنا ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ یہ حضرت
ہی کا خاصہ تھا اور کو نہیں درست اس لئے کہ وہ جناب اپنی قبر میں زندہ ہیں مع ہذا
صحابہ نے دفن کے بعد چاہا کہ چادر نکال لیں لیکن حضرت کی قبر کھولنا مناسب نہ سمجھی یہ
مضمون جامع البرکات کا تھا اور مردے کو جانکندن کے وقت کلمہ شہادت تلقین
کرنا اجماع سے ثابت بلکہ مستحب ہی اور موت کے بعد تلقین کرنے میں عالموں کا کلام
ہی ظاہر روایت یہ ہی کہ تلقین نہ کریں اور بعض روایتوں میں آیا ہے کہ دفن کے وقت بھی
تلقین کر دیں چنانچہ فتاوی عالمگیریہ میں ہے وَيُلَقَّنُ الشَّهَادَتَيْنِ وَصُوْرَةُ التَّلْقِيْنِ
اَنْ يُّقَالَ عِنْدَهٗ فِیْ حَالَةِ النَّزْعِ قَبْلَ غَرْغَرَةٍ جَهْرًا وَهُوَ يَسْمَعُ اَشْهَدُ اَنْ
لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يُقَالُ لَهٗ قُلْ وَلَا يُلَحُّ

عَلَیْهِ فِی قَوْلِهِمَا مَخَافَةَ اَنْ یَّضْجَرَ فَاِذَا قَالَهَا مَرَّةً لَا یُعِیْدُهَا عَلَیْهِ الْمُلَقِّنُ اِلَّا اَنْ یَّتَکَلَّمَ بِکَلَامٍ غَیْرِهَا کَذَا فِی الْجَوْهَرَةِ النَّیِّرَةِ وَهٰذَا التَّلْقِیْنُ مُسْتَحَبٌّ بِالْاِجْمَاعِ وَاَمَّا بَعْدَ الْمَوْتِ فَلَا یُلَقَّنُ عِنْدَنَا فِی ظَاهِرِ الرِّوَایَةِ کَذَا فِی الْعَیْنِی شَرْحِ الْهِدَایَةِ وَمِعْرَاجِ الدِّرَایَةِ وَنَحْنُ نَعْمَلُ بِهِمَا عِنْدَ الْمَوْتِ وَعِنْدَ الدَّفْنِ کَذَا فِی الْمُضْمَرَاتِ یعنی اور تلقین کی جاویں مردے کو دونوں شہادتیں اور اس کی صورت یہ ہی کہ مردے کے پاس جان کندن کے وقت پہلے اس سے کہ اس کی روح گلے میں اٹکے یعنی غرغرہ کرنے لگے بلند آواز سے کہا جاوے کہ وہ سنے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ اور اُس کو نہ کہا جاوے کہ تو کہہ اور اس پر مبالغہ نہ کیا جاوے اور بار بار نہ کہا جاوے اس ڈر سے کہ کہیں تنگ ہو کر کچھ بری بات نہ کہہ بیٹھے پھر جب وہ ایک بار کہہ لیوے تو تلقین کرنے والا اُس کو نہ دُہراوے مگر ہاں جب کوئی اور بات کلمے کے سوا کہے تو دُہرانا مضائقہ نہیں جوہرالنیرہ اور تلقین سب کے نزدیک مستحب ہی اور موت بعد تلقین کرنا ہمارے مذہب کی ظاہر روایت بموجب نہ چاہیے عینی شرح ہدایہ ومعراج الدرایہ اور مضمرات میں ہی کہ موت کے وقت اور دفن کے وقت دونوں وقت تلقین کرنا ہمارا عمل ہے۔ فقط اور مستملی منیۃ المصلی کی شرح میں ہی وَیُلَقَّنُ الشَّهَادَةَ بِاَنْ یُّذْکَرَ عِنْدَهٗ لِیَتَذَکَّرَ دُوْنَ اَنْ یُّؤْمَرَ بِهَا وَاَمَّا التَّلْقِیْنُ بَعْدَ الدَّفْنِ فَلَا یُؤْمَرُ بِهٖ وَلَا یُنْهٰی عَنْهُ یعنی اور تلقین کریں مرتے وقت کلمہ شہادت اس طرح کہ اُس کے روبرو پڑھیں تاکہ اُس کو یاد ہو جاوے نہ یہ کہ اُس کو پڑھنے کو کہیں اور وہ جو بعد موت کے تلقین ہے سو اُس کا نہ حکم کریں نہ منع کریں فقط اور صلوٰۃ الھول پڑھنا فقہ اور حدیث کی معتبر کتابوں میں تو نظر سے گزرا نہیں مگر بعضے وظیفے کی کتابوں اور صوفیہ کے رسالوں میں البتہ لکھا ہے اور صوفیہ[1] کے قول فعل پر فتوی جاری

[1] اس کا سبب یہ ہی کہ حضرات صوفیہ کو کبھی کوئی کام الہام کے معاملے میں معلوم ہوتا تو (باقی نوٹ بر صفحہ آئندہ)

نہیں ہوا اور کسی کام کے جواز و عدم جواز کے واسطے فقہ اور حدیث کی روایت چاہیئے چنانچہ شیخ الاسلام نے یہی مضمون کشف الغطا میں لکھا ہے کہ مشائخ کی عادت ہو کہ اس نماز کو دفن کے متصل پہلی شب گذرنے سے پہلے مردے کی نجات کے لئے پڑھتے ہیں اور اُس کو صلوٰۃ الھول کہتے ہیں فقط اور دفن کر کے چالیس قدم قبر کے پاس سے لوٹنا یہ مسئلہ فقہ اور حدیث کی کتابوں میں تو پایا نہیں جاتا جس پر کرتے نہ کرنے کا حکم کیا جاوے ظاہرا بدعت معلوم ہوتا ہے اور شرع شریف میں بدعت سے بچنے پر کمال تاکید ہو اور بدعت پر عمل کرنے پر وعید شدید ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ یعنی جس نے نیا کام نکالا ہماری اس دین میں جو اس میں نہیں سو وہ کام یا وہ نکالنے والا مردود ہے۔

اٹھالیسواں مسئلہ - قبروں کی زیارت جیسے مردوں کو درست ہے ویسے عورتوں کو بھی درست ہو یا نہیں جواب قبروں کی زیارت مردوں کو اگر سنت کے طریقے بموجب ہو تو درست ہو عورتوں کو کسی طرح نہیں درست اور سنت کا طور زیارت میں یہ ہو کہ جب قبرستان میں جاوے تو کہے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَّنَحْنُ لَکُمْ تَبَعٌ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ یعنی سلام تم پر اے گھروں والے ایمان دار اور مسلمان لوگو اور ہم بھی انشاء اللہ تعالیٰ تم سے ملا چاہتے ہیں تم ہم سے آگے آئے ہم تم سے پیچھے ہیں اور ہم مانگتے ہیں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے معافی یا اور کوئی اسی طرح کی دعا جو حدیث میں آئی ہو پڑھے اور مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت چاہے چنانچہ

(بقیہ نوٹ صفحہ گزشتہ) اُس پر خود اُن کو عمل کرنا درست ہوتا ہے بشرطیکہ ظاہر خلاف شرع نہ ہو اور اُن کو اُس کی سند پکڑنا اور اُس کا ادر شرعی کاموں کی طرح اہتمام کرنا جائز نہیں اور مردے کی نجات کے واسطے استغفار اور دعائیں وغیرہ جو شرع میں وارد ہیں کیا تھوڑے اُن کو عمل میں لاوے مشکوک کام کرنا اور شک میں پڑنا کیا ضرور۔ (محمد نظام)

جامع البرکات میں عقائد سے لکھا ہے کہ فِی دُعَاءِ الْاَحْیَاءِ لِلْاَمْوَاتِ وَالصَّدَقَۃِ عَنْھُمْ نَفْعٌ لَھُمْ یعنی زندے جو مردوں کے لئے دعا کریں اور اُن کی طرف سے صدقہ خیرات کریں تو اُن کو فائدہ ہوتا ہے۔ فقط۔ اور وہاں جا کر اپنی موت یاد کریں اور اپنا حال بھی مردوں کا سا خیال کریں کہ جیسے ہم مجلسیں گرم کرتے پھرتے ہیں ویسے ہی یہ بھی تھے اور جیسے یہ خاک میں مل گئے ویسے ہی ہم کو ملنا ہے اور خلاف سنت کام عمل میں نہ لاوے یعنی قبر کو بوسہ نہ دے اور منہ خاک پر نہ ملے اور قبر والوں سے حاجت مراد نہ مانگے اور سجدہ نہ کرے اور اُس پر ہاتھ نہ رکھے چنانچہ ملا علی قاری نے عین العلم کی شرح میں لکھا ہے وَلَا یَمُسُّ اَیِ الْقَبْرَ وَلَا التَّابُوْتَ وَلَا الْجِدَارَ فَوُرُوْدُ النَّھْیِ عَنْ مِثْلِ ذٰلِکَ لِقَبْرِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ فَکَیْفَ لِقُبُوْرِ سَائِرِ الْاَنَامِ وَلَا یُقَبِّلُ فَاِنَّہٗ زِیَادَۃٌ عَلَی الْمَسِّ فَھُوَ اَوْلٰی بِالنَّھْیِ یعنی نہ چھوے قبر کو اور نہ تابوت کو اور نہ دیوار کو اس واسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے ساتھ یہ کام منع ہوئے سو اور لوگوں کی قبروں سے کیونکر درست ہوں گے اور قبر کو بوسہ نہ دے کہ یہ چھونے سے بھی زیادہ ہے تو یہ اُس سے زیادہ منع کے لائق ہے۔ فقط اور ایسے کاموں کی تفصیل انشاءاللہ تعالیٰ چالیسویں مسئلے میں آوے گی اور عورتوں کو قبر کی زیارت کرنا بہت صحیح قول بموجب مکروہ تحریمی حرام کے قریب ہے چنانچہ مستملی میں ہے وَیُسْتَحَبُّ زِیَارَۃُ الْقُبُوْرِ لِلرِّجَالِ وَتُکْرَہُ لِلنِّسَاءِ یعنی مستحب ہے قبروں کی زیارت مردوں کو اور مکروہ ہے عورتوں کو فقط اور خزانۃ الفقہ میں ہے وَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ عَنْ بَیْتِ الزَّوْجِ بِرِضَائِہٖ وَلَا یَمْنَعُھَا فَھُوَ دَیُّوْثٌ لَا یَجُوْزُ الصَّلٰوۃُ خَلْفَہٗ وَاِنْ کَانَ قَارِیَ الْقُرْاٰنِ وَعَالِمَ الْعِلْمِ یعنی جب نکلے عورت اپنے خاوند کے گھر سے اُس کی مرضی سے اور اُس نے اُس کو منع نہ کیا تو وہ دیوث ہے اُس کے پیچھے نماز نہیں درست اگرچہ قرآن پڑھنے والا اور مسئلے جاننے والا ہو۔ فقط۔ اور کفایہ میں ہے وَاِذَا خَرَجَتِ الْمَرْاَۃُ عَنْ بَیْتِ الزَّوْجِ بِغَیْرِ اِذْنِہٖ فَاَسْقَطَ الْمَھْرَ عَنِ الزَّوْجِ یعنی جب نکلے عورت مرد کے گھر سے اُس کے بے حکم تو مرد کے ذمے سے مہر

جاتا رہتا ہی فقط ان دونوں کتابوں کی عبارت سے معلوم ہوا کہ عورت کا گھر سے باہر نکلنا کسی طرح درست نہیں قبر کی زیارت کے لئے یا ہو وے کسی گناہ کے کام کے لئے پھر اگر اس کا خاوند ایسی جگہ نکلنے کی اجازت دے تو وہ دیوث ٹھہرے اور جو وہ آپ سے نکلے تو اس کا مہر ساقط ہووے تو اس صورت میں دونوں کو دنیا و آخرت کی قباحت ہی اور کتاب مجالس واعظیہ میں ہی کہ وَاَمَّا النِّسَاءُ فَلَا یَحِلُّ لَھُنَّ اَنْ یَّخْرُجْنَ اِلَی الْمَقَابِرِ لِمَا رُوِیَ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَعَنَ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ یعنی عورتوں کو نہیں جائز ہی کہ قبروں کی طرف جاویں اس لئے کہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ لعنت کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر فقط۔ اور مشکوٰۃ میں ہی کہ حضرت عباس کے بیٹے نے نقل کیا کہ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَالْمُتَّخِذِیْنَ عَلَیْھَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ یعنی لعنت کی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر اور قبروں پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر فقط اور نصاب الاحتساب میں ہی کہ سُئِلَ الْقَاضِیْ عَنْ جَوَازِ خُرُوْجِ النِّسَاءِ اِلَی الْمَقَابِرِ وَالْفَسَادِ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا فَقَالَ لَا یُسْاَلُ عَنِ الْجَوَازِ وَالْفَسَادِ فِیْ مِثْلِ ھٰذَا وَاِنَّمَا یُسْاَلُ عَنْ مِقْدَارِ مَا یَلْحَقُھَا مِنَ اللَّعْنِ وَاعْلَمْ اَنَّھَا کُلَّمَا نَوَتِ الْخُرُوْجَ کَانَتْ فِیْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَمَلٰٓئِکَتِہٖ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ وَاِذَا خَرَجَتْ تَلْحَقُھَا الشَّیَاطِیْنُ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ وَاِذَا اَتَتِ الْقَبْرَ یَلْعَنُھَا رُوْحُ الْمَیِّتِ وَاِذَا رَجَعَتْ کَانَتْ فِیْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ کَذٰلِکَ حَتّٰی تَعُوْدَ وَفِی الْحَدِیْثِ اَیُّمَا امْرَاَۃٍ خَرَجَتْ اِلٰی مَقْبُرَۃٍ تَلْعَنُھَا مَلٰٓئِکَۃُ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَلٰٓئِکَۃُ الْاَرَضِیْنَ السَّبْعِ فَتَمْشِیْ فِیْ لَعْنَۃِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَاَیُّمَا امْرَاَۃٍ دَعَتْ لِلْمَیِّتِ بِخَیْرٍ فِیْ بَیْتِھَا یُعْطِیْھَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثَوَابَ حَجَّۃٍ وَعُمْرَۃٍ وَرُوِیَ عَنْ سَلْمَانَ وَاَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ ذَاتَ یَوْمٍ خَرَجَ مِنَ الْمَسْجِدِ فَوَقَفَ عَلٰی بَابِ دَارِہٖ فَاَتَتْ اِبْنَتُہٗ فَاطِمَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا فَقَالَ لَھَا مِنْ اَیْنَ جِئْتِ فَقَالَتْ خَرَجْتُ اِلٰی مَنْزِلِ فُلَانَۃٍ

نِ الَّتِی مَاتَتْ فَقَالَ ہَلْ ذَہَبْتِ اِلٰی قَبْرِہَا فَقَالَتْ مَعَاذَ اللّٰہِ اَنْ اَفْعَلَ شَیْئًا بَعْدَ مَا سَمِعْتُ مِنْکَ فَقَالَ لَوْ ذَہَبْتِ قَبْرَہَا لَمْ تَرِیْحِیْ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ یعنی قاضی سے کسی نے عورتوں کی قبر پر جانے کے جواز کا مسئلہ اور اُس کے فساد کا حال کا پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اس کے جواز اور فساد کا کیا حال پوچھا جاتا ہے یہ پوچھنا چاہیے کہ عورتوں پر وہاں کے جانے میں لعنت کس قدر پڑتی ہے سو جاننا چاہیے کہ عورت نے جس وقت قبر کے جانے کا ارادہ کیا اُسی وقت سے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی لعنت میں داخل ہوئی اور جب نکلی تو ہر طرف سے اُس کے پیچھے شیطان لگ گئے اور جب قبر پر آئی تو مردے کی روح اُس پر لعنت کرتی ہے اور جب گھر کو لوٹتی ہے تو بھی اسی طرح لعنت میں ہوتی ہے جب تک گھر میں پھر کر آوے اور حدیث میں آیا ہے کہ جو عورت قبرستان کو گئی اُس پر ساتوں آسمان اور ساتوں زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں سو وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت میں چلتی ہیں اور جو عورت مردے کے لئے نیکی کی اپنے گھر میں دعا کرے تو اُس کو اللہ تعالیٰ ایک حج اور ایک عمرے کا ثواب عنایت کرتا ہے اور سلمان اور ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک روز پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے نکلے سو اپنے گھر کے دروازہ پر کھڑے ہوئے تو اُن کی بیٹی حضرت فاطمہ علیہا السلام آئیں تو آپ نے اُن سے فرمایا کہ تم کہاں سے آتی ہو انھوں نے عرض کی میں فلانی عورت جو مر گئی ہے اُس کے گھر گئی تھی تو حضرت نے فرمایا کہ کیا تو اُس کی قبر پر گئی تھی عرض کیا معاذ اللہ خدا کی پناہ میں ایسا کام کرتی بعد اس کے کہ میں سن چکی آپ سے اُس کا حال جیسا سن چکی تو آپ نے فرمایا کہ اگر تو اُس کی قبر پر جاتی تو خوشبو بہشت کی نہ پاتی۔ فقط اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالے مالابد میں لکھا ہے کہ قبر کی زیارت مردوں کو جائز ہے نہ عورتوں کو۔

چالیسواں مسئلہ۔ مُردوں سے حاجت مراد دعا کے طور پر مانگنا اور قبر کا طواف کرنا اور بوسہ دینا اور اُس کو سجدہ کرنا اور اُس پاس روشنی کرنا اور اُس پر غلاف ڈالنا

اور پھولوں کی چادر جنازے کو اُڑھانا یا قبر پر چڑہانا اور خیمہ اور شامیانہ کھڑا کرنا اور سوا خدا کے اوروں کی نذر کرنا اور مٹھائی اور کھانا قبر کے سامنے رکھنا جائز ہی یا نہیں **جواب** استعانت اور استمداد یعنی مُردوں سے حاجت مانگنا اور مدد چاہنا کسی طور سے درست نہیں چنانچہ شیخ عبدالحق رح نے مشکوٰۃ کی شرح میں کہ عربی زبان میں ہی لکھا ہی وَاَمَّا الْاِسْتِمْدَادُ بِاَهْلِ الْقُبُوْرِ فِیْ غَیْرِ النَّبِیِّ اَوِ الْاَنْبِیَاءِ عَلَیْهِمُ السَّلَامُ فَقَدْ اَنْكَرَهٗ مِنَ الْفُقَهَاءِ وَقَالُوْا لَیْسَ الزِّیَارَةُ اِلَّا الدُّعَاءَ لِلْمَوْتٰی وَالْاِسْتِغْفَارَ لَهُمْ وَاِیْصَالَ النَّفْعِ اِلَیْهِمْ بِالدُّعَاءِ وَتِلَاوَةِ الْقُرْاٰنِ یعنی اور مدد چاہنا قبروں والوں سے سوا ہمارے نبی صاحب یا اور نبیوں کے سوا اس کے منکر ہوئے ہیں بہت سے عالم اور کہا کہ نہیں ہی زیارت مگر مُردوں کے لئے دعا کرنا اور اُن کی مغفرت مانگنا اور اُن کو فائدہ پہنچانا دعا کرنے یا قرآن پڑھنے سے فقط۔ شیخ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ انبیا کی قبروں سے استعانت منع نہیں اس لحاظ سے کہ اُن کو عالم برزخ میں ہمیشہ کی زندگی حاصل ہی کہ سوا شہیدوں کے ایسی زندگی اور کسی کو ثابت نہیں حال آنکہ وہاں کی زندگی دنیا کی زندگی کی طرح نہیں کہ اُس پر اس کے حکم جاری ہوں اور یہاں کیسے معاملے کئے جاویں تو اس صورت میں انبیا کی قبروں کو اس حکم سے نکالنا اور استثنا کرنا درست نہیں ٹھہرتا بلکہ حق یہ کہ استعانت کا انکار جو اور سب عالموں نے کیا ہی سو عام سب کو شامل ہی نبیوں کی قبریں ہوں یا اور کسی کی چنانچہ اور کتابوں کی عبارت سے کہ اس جواب میں لکھی جاتی ہے صاف ظاہر ہو جائے گا مجمع البحار میں ہی مَنْ قَصَدَ لِزِیَارَةِ قُبُوْرِ الْاَنْبِیَاءِ وَالصُّلَحَاءِ اَنْ یُّصَلِّیَ عِنْدَ قُبُوْرِهِمْ وَیَدْعُوْا عِنْدَهُمْ وَیَسْاَلُهُمُ الْحَوَائِجَ وَهٰذَا لَا یَجُوْزُ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْ عُلَمَاءِ الْمُسْلِمِیْنَ فَاِنَّ الْعِبَادَةَ وَطَلَبَ الْحَوَائِجِ وَالْاِسْتِعَانَةَ حَقٌّ لِلّٰهِ تَعَالٰی وَحْدَهٗ یعنی جس کا قصد نبیوں اور اچھے لوگوں کی قبروں کی زیارت میں یہ ہو کہ وہاں نماز پڑھے اور دعا کرے اور اُن سے حاجتیں مانگے تو یہ کسی مسلمانوں کے عالم کے نزدیک نہیں درست اس واسطے کہ بندگی کرنا اور حاجتیں مانگنا اور مدد

چاہنا اسکیلیے اللہ ہی کا حق ہے فقط اور بغوی نے معالم میں لکھا ہے اَلْاِسْتِعَانَۃُ نَوْعُ تَعَبُّدٍ وَّ
الْعِبَادَۃُ الطَّاعَۃُ مَعَ التَّذَلُّلِ وَالْخُضُوْعِ وَسُمِّیَ الْعَبْدُ عَبْدًا لِذِلَّتِہٖ وَانْقِیَادِہٖ
یُقَالُ طَرِیْقٌ مُعَبَّدٌ اَیْ مُذَلَّلٌ یعنی مدد چاہنے میں بھی ایک طرح کی عبادت نکلتی ہے اور
عبادت کے معنی کیا ہیں اور کی تابعداری کرنا اپنے آپ کو ذلیل اور عاجز کرکے اور بندے
کا نام بندہ رکھا گیا اُس کی عاجزی اور حکم برداری کے سبب چنانچہ عرب کے لوگ بولا کرتے
ہیں فلانی راہ معبد ہے یعنی نرم وہموار ہے فقط استعانت کے مسئلے کی تحقیق یہ ہے کہ اگر بزرگوں
کو مختار اور مستقل جان کر مدد چاہنا گویہ سمجھنا کہ خدا نے اُن کو مختار اور مستقل کر دیا ہے جو چاہتے
ہیں سو کرتے ہیں یا یوں کہنا کہ تم ہمارا کام کر دو یہ تو شرک ہے اور یوں کہنا کہ تم ہمارے لئے
اللہ سے دعا کرو سو یہ اگر دور سے پکارا اور یہ جانا کہ وہ ہمیشہ دور و نزدیک سے برابر سنتے
ہیں تو یہ بھی شرک ہے اور اگر یہ جانا کہ کبھی سن لیتے ہیں اگر خدا چاہتا ہے سو یہ محتمل ہے یقینی نہیں
کہ کسی وقت سنیں گے اور محتمل پر شرع کے حکم مترتب نہیں ہوتے تو یہ پکارنا مجہول ٹھہرا اور اگر
قبر کے نزدیک ہے تو یہ بھی سنت تو ہے نہیں نہ سنت اصلیہ نہ وصفیہ یعنی نہ حضرت کے قول و
فعل سے ثابت ہے نہ صحابہ اور تابعین وغیرہ کے باقی رہا جواز سو اس میں اختلاف ہے بعضوں
نے ناجائز کہا بعضوں نے جائز سو یہ جواز بھی تب ہی جب انبیا سے یہ استعانت ہو یا بغیر
نام لئے اور بزرگوں سے ہو کہ یوں کہے اے اولیا اللہ میرے لئے دعا کرو اور اگر نام کسی
ولی کا لیکے کہے کہ اے فلانے میرے لئے دعا کر سو یہ ہرگز نہیں درست اس واسطے کہ
اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ سوا انبیا کے کسی کا خاتمہ بخیر ہونا یقینی ہم کو معلوم نہیں پھر
کسی کو بعد انتقال کے ولی کہنے کا تو کیا ذکر یہ مضمون عقائد کے سب کتابوں میں موجود ہے
اگرچہ لوگ خیال نہ کریں سو مسلمان کو چاہیے اور مشکوٰۃ کی حدیث میں ہے کہ احمد اور ترمذی

---

[1] جس میں جواز کا حکم ہے اس میں بھی احتیاط کرے اور یوں ہی کہے کہ اے انبیا اور اولیا کی حرمت سے میری فلانی
حاجت بر لا اس میں کیا برائی ہے جو اختلاف میں پھنسے ۱۲ مترجم

نے ذکر کیا کہ ابن عباس نے نقل کیا کہ كُنْتُ خَلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا فَقَالَ يَا غُلَامُ احْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ احْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ وَإِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَا يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ یعنی تھا میں ایک دن پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تو فرمایا اے لڑکے یاد رکھ اللہ کو تو وہ تجکو یاد رکھے یاد رکھ اللہ کو تو پاوے تو اُس کو اپنے روبرو یعنی مددگار اور جب تو مانگے تو اللہ سے مانگ اور جب تو مدد چاہے تو اللہ سے چاہ اور جان لے کہ اگر سب لوگ اکٹھا ہوں اس بات پر کہ تجکو کچھ فائدہ پہنچاویں تو نہ پہنچا سکیں گے مگر اتنا ہی جو لکھدیا اللہ نے تیرے لئے اور اگر اکٹھا ہوں کہ تجھ کو کچھ ضرر پہونچاویں نہ پہونچاویں گے مگر اسی قدر جو ضرر ہونا اللہ نے لکھا ہی اُٹھائے گئے قلم اور سوکھ گئے کاغذ فقط اور قبر کے آس پاس گھومنا اور اس کا طواف کرنا جائز نہیں نبی کی قبر ہو یا ولی کی چنانچہ ملا علی قاری نے مناسک الحج کی شرح میں لکھا ہی وَلَا يَطُوْفُ اَيْ لَا يَدُوْرُ حَوْلَ الْبُقْعَةِ الشَّرِيْفَةِ لِاَنَّ الطَّوَافَ مِنْ مُخْتَصَّاتِ الْكَعْبَةِ الْمُنِيْفَةِ فَيَحْرُمُ حَوْلَ قُبُوْرِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ وَلَا عِبْرَةَ بِمَا يَفْعَلُهُ الْعَامَّةُ الْجَهَلَةُ وَلَوْ كَانُوْا فِيْ صُوْرَةِ الْمَشَائِخِ وَالْعُلَمَاءِ یعنی اور نہ طواف کرے اور نہ گھومے آس پاس بزرگ مقام کے اس لئے کہ آس پاس گھومنا خاص کعبے شریف کو روا ہی سوا اور کسی نبیوں ولیوں کی قبروں کو حرام ہے اور اس کا کچھ اعتبار نہیں کہ عوام جاہل لوگ کیا کرتے ہیں اگرچہ مشایخوں اور مولویوں کی صورت پر ہوں فقط اور قبر کو بوسہ دینا اور سجدہ[1] کرنا اور اُس کے پاس روشنی کرنا بھی جائز نہیں

---

[1] اس سجدے سے مراد سجدۂ تحیت ہی یعنی شکر کا سجدہ جیسے حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو کیا تھا اور اُس وقت میں ایسا سجدہ درست تھا اب اس دین اسلام میں وہ بھی حرام ہوگیا اور سجدہ عبادت یعنی بندگی کے حق ادا کرنے کا سجدہ تو ہرگز نہیں مراد ہوسکتا وہ تو کفر ہی ہے مکروہ تحریمی کیا معنی ۱۲ مترجم

چنانچہ کتاب شجرۃ الایمان میں لکھا ہی کہ گور کو سجدہ کرنا اور بوسہ دینا اور اُس پر ہاتھ ملنا اور اُس کا طواف کرنا اور قبر سے حاجت مانگنا اور قبرستان میں چراغ روشن کرنا یہ سب مکروہ تحریمی ہی فقط اور شیخ الاسلام نے کشف الغطا میں لکھا ہی کہ اکثر کتابوں کا یہ مضمون ہی کہ قبر پر ہاتھ نہ رکھے اور اُس کو نہ چھوے اور بوسہ نہ دے اور وہاں جھکے نہیں اور نہ خاک پر ملے کہ یہ نصاریٰ کی عادت ہی اور عالم اس کو سخت منع کرتے ہیں فقط اور قبر کو غلاف وغیرہ سے چھپا دینا بھی نہیں درست ہے چنانچہ نصاب الاحتساب میں ہی تَسْجِيَةُ الْقَبْرِ غَيْرُ مَشْرُوْعٍ اَصْلًا فِيْ حَقِّ الرِّجَالِ وَبَعْدَ تَسْوِيَةِ اللَّبِنِ فِيْ حَقِّ النِّسَآءِ وَمَرَّ عَلِيٌّ بِقَبْرِ رَجُلٍ قَدْ سُجِّيَ فَنَهَاهُ. یعنی قبر کو لباس پہنانا شرع میں مردوں کے حق میں تو ہرگز درست نہیں اور مٹی برابر کر دینے کے بعد عورتوں کے حق میں درست نہیں اور حضرت علیؓ ایک شخص کی قبر پر ہو کر نکلے کہ اُس پر کچھ کپڑا پڑا تھا سو آپ نے اُس کو منع کیا فقط اور اسی طرح پر پھول اور پھولوں کی چادر عبادت جان کے قبر پر ڈالنا درست نہیں کہ سوا خدا کے اوروں کا تقرب حرام ہی اور چادر پھولوں کی جنازے پر ڈالنا بدعت اور مکروہ تحریمی ہی اور خیمہ اور شامیانہ بھی کھڑا کرنا مکروہ ہی چنانچہ شرعۃ الاسلام وغیرہ کتابوں میں ہی وَيُكْرَهُ اَنْ يُّبْنٰى عَلَى الْقَبْرِ مَسْجِدٌ يُّصَلّٰى فِيْهِ وَاَنْ يُّضْرَبَ عَلَيْهِ فُسْطَاطٌ وَّقُبَّةٌ تُقَامُ فِيْهِ وَيُسْتَظَلُّ الْقُبُوْرُ فَاِنَّمَا يُظِلُّ الْمَيِّتَ عَمَلُهٗ یعنی اور مکروہ ہی قبر پر مسجد بنانا کہ اس میں نماز پڑھی جاوے اور خیمہ کھڑا کرنا یا گنبد بنانا کہ اُس میں کوئی رہے اور قبر پر سایہ ہو اس لئے کہ مرنے پر تو اُس کا عمل ہی سایہ کرتا ہی فقط اور سوا خدا کے اور کسی کی نذر منت ماننا اور قبر کے پاس مٹھائی اور کھانا نذر ٹھہرا کے یا مرنے کے تقرب کے لئے لانا جائز نہیں بلکہ بدعت اور مکروہ تحریمی ہے اور کفار کی عادت ہی کہ بتوں کے پاس ایسا معاملہ کیا کرتے ہیں در المختار میں ہے وَاعْلَمْ اَنَّ النَّذْرَ الَّذِيْ يَقَعُ لِلْاَمْوَاتِ وَمَا يُؤْخَذُ مِنَ الدَّرَاهِمِ وَالشَّمْعِ وَالزَّيْتِ وَنَحْوِهَا اِلٰى ضَرَائِحِ الْاَوْلِيَاءِ الْكِرَامِ تَقَرُّبًا اِلَيْهِمْ فَهُوَ بِالْاِجْمَاعِ بَاطِلٌ وَحَرَامٌ

مَا لَمْ يَقْصُدْ وَاصْرِفْهَا لِلْفُقَرَآءِ الْاَنَامِ وَقَدِ ابْتُلِیَ النَّاسُ بِذٰلِكَ وَلَاسِیَّمَا فِیْ هٰذِهِ الْاَعْصَارِ وَقَدْ بَسَطَهُ الْعَلَّامَةُ قَاسِمٌ فِیْ شَرْحِ دُرَرِ الْبِحَارِ وَلِذَا قَالَ الْاِمَامُ مُحَمَّدٌ لَوْ كَانَ الْعَوَامُ عَبِیْدِیْ لَاَعْتَقْتُهُمْ بِدُوْ وَلَائِیْ وَذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ فَالْكُلُّ بِهٖ یَعْتَبِرُوْنَ یعنی یہ جو مردوں کی نذر ہوا کرتی ہو اور درم اور شمع اور روغن وغیرہ جو بزرگوں کی قبروں پر اُن کی نزدیکی کے لئے چڑہایا جاتا ہی سو بالاجماع سب کے نزدیک باطل اور حرام ہی جب تک اُس کا خرچ فقیروں کے لئے نہ قصد کرلیں اور بیشک گرفتار ہوگئے ہیں اس میں لوگ خصوصاً اس وقت میں اور خوب صاف لکھا ہی اس کو علامہ قاسم نے شرح درر البحار میں اور اسی واسطے امام محمد نے کہا کہ اگر عوام میرے غلام ہوتے تو میں سب کو آزاد کر دیتا اور اُن کے مرے پر اُن کا مال نہ چھوتا اور یہ اس لئے کہ وہ سب بے عقل ہیں پھر سب اسی پر اٹکل کرتے ہیں فقط اور کشف الغطا میں ہی کہ جو عوام نذر مانا کرتی ہیں کہ کسی بزرگ کے مزار پر آکر کہتے ہیں کہ سید لے سردار اگر فلانی میری مراد بر آوے تو تیرے لئے اس قدر روپے یا کھانا دوں سو بحر الرائق کے لکھے بموجب یہ نذر باطل بالاتفاق ہی کیونکہ یہ مخلوق کی نذر ہے اور مخلوق کی نذر درست نہیں فقط اور مشکوٰۃ میں ابو داؤد کی روایت سے حدیث ہی کہ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِیْ مَعْصِیَةِ اللّٰهِ یعنی اللہ کا گناہ جس نذر میں ہو اُس کا پورا کرنا درست نہیں۔

خاتمہ اصل کتاب کا کچھ نصیحت کے بیان میں سو جاننا چاہیے کہ آدمی کو موت سے چارہ نہیں کتنی ہی بڑی عمر ہو پھر آخر ایک دن مرے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ یعنی جو جی ہے سو چکھے گا موت پھر باوجود اس کے کہ موت کا علم ہی لیکن یہ معلوم نہیں کہ کب مرے گا اللہ تعالیٰ نے فرمایا مَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ یعنی نہیں جانتا کوئی جی کہ کیا کرے گا کل اور نہیں جانتا کوئی جی کہ کس زمین میں مرے گا بیشک اللہ ہی علم والا خبردار

اور اس بے علمی کی اس حد کو نوبت پہنچی کہ بڑے بڑے پیغمبر اور رسول سوا اس کے کہ ہم کو معلوم نہیں کوئی کلمہ زبان پر نہیں لا سکتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاللّٰہِ لَا اَدْرِیْ وَاَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ یعنی قسم اللہ کی میں نہیں جانتا قسم اللہ کی میں نہیں جانتا اور حال آنکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اور تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا سو جب یہ حال ہوا کہ موت کے وقت کا علم پیغمبروں تک کو نہ ہوا تو مسلمانوں کو لازم ہے کہ اپنے اوپر جو جو حق جن جن لوگوں کے ہوں اُس کے ادا کرنے میں کمال ہی شتابی عمل میں لائیں اور ہرگز سستی اور تساہل کو کام نہ فرماویں ایسا نہ ہو کہ کسی وقت اچانک نادانستہ موت کے پنجے میں گرفتار ہو جاویں پھر افسوس کر کر حسرت اُٹھاویں اور پشیمانی کھاویں حق تعالیٰ نے ارشاد کیا اِذَا جَاءَ اَجَلُھُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ یعنی جب پہنچا اُن کا وعدہ پھر نہ ڈھیل کریں ایک گھڑی نہ جلدی دو چیزیں ہیں کہ آدمی کو جہان میں خوش نہیں آتی ہیں ایک تو موت دوسرے مال کی کمی حالانکہ جناب رب الارباب نے فرمایا عَسٰی اَنْ تَکْرَھُوْا شَیْئًا وَّھُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّھُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تم کو اور شاید تم کو خوش لگے ایک چیز اور وہ بری ہو تم کو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اور موت آدمی کے حق میں بہتر ہے کہ دنیا میں جتنا جیے گا تکلیف و رنج پاویگا اور مال کم ہونا بھی اچھا ہی جتنا مال زیادہ ہوگا اُتنا حساب زیادہ دینا پڑے گا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ وَّعُدَّ نَفْسَکَ مِنْ اَھْلِ الْقُبُوْرِ یعنی دنیا میں ایسا رہ جیسے تو مسافر ہو یا راستہ چلنے والا اور گن رکھ اپنے آپ کو قبر والوں میں سے مرنے کے بعد جنازے کے ساتھ تین چیزیں چلتی ہیں سو دو چیزیں اُن میں پھر کر لوٹ آتی ہیں اور ایک چیز ساتھ رہتی ہی رفیق ہو کر یَتْبَعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَعَمَلُہٗ فَیَرْجِعُ اَھْلُہٗ وَمَالُہٗ وَیَبْقٰی عَمَلُہٗ یعنی پیچھے جاتے ہیں اُس مردے کے گھر والے اُس کے اور مال

اُس کا اور عمل اُس کا سو لوٹ آتے ہیں گھر والے اور مال اور باقی رہ جاتا ہی عمل اُس کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ یعنی سو جس نے کی ذرہ بھر بھلائی دیکھ لے گا اُس کو اور جس نے کی ذرہ بھر برائی وہ دیکھ لے گا اُسے اور چار چیزیں ہیں کہ چار ناچار بندہ بیچارے کو اُن کی فکر ضرور ونا چار ہی اور اُن میں زیادہ تکلّف کا خیال فضول و بیکار رہا موجب نارضامندی پروردگار ہی ایک گھر جس میں رہ سکے دوسرے لباس جس قدر میں ستر چھپے تیسرے روٹی جتنے میں پیٹ کی تسکین ہو چوتھے پانی جس سے پیاس دفع ہو قیامت کے دن پانچ چیز سے سوال ہو گا ایک یہ کہ عمر کس کام میں گنوائی دوسرے یہ کہ جوانی کس شغل کی آشنائی میں بہائی تیسرے یہ کہ مال کہاں سے جمع کیا چوتھے یہ کہ مال کو کس چیز میں خرچ کیا پانچویں یہ کہ علم حاصل کر کے کیا عمل کیا حدیث میں آیا ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ وَصِحَّتَكَ قَبْلَ سَقَمِكَ وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ وَفَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ وَحَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ یعنی غنیمت جان پانچ چیز کو پہلے پانچ چیز سے اپنی جوانی کو بڑھاپے سے پہلے اور صحت کو بیماری سے پہلے اور تونگری کو فقیری سے پہلے اور فرصت کو کام میں لگ جانے سے پہلے اور زندگی کو موت سے پہلے خلاصہ سب تقریر کا یہ کہ جس کو ایمان حاصل ہونے کے بعد اچھے عمل نصیب ہوئے اور اپنی آخر عمر تک اُن پر ثابت رہا اور اپنی جان جانے کے وقت کلمہ لا الٰہ الا اللہ پر اپنے پیدا کرنے والے کو سونپے وہ شخص بہشت میں داخل ہو گا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مَنْ كَانَ اٰخِرُ كَلَامِهٖ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ یعنی جس کی پچھلی بات لا الٰہ الا اللہ ہوئے وہ بہشت میں داخل ہو گا اس واسطے کہ اچھے عمل بغیر ایمان و اسلام کے کچھ کام نہیں آتے حدیث شریف میں ہی کہ قیامت کے دن بندے کے کام پروردگار کے پاس آویں گے تو نماز آکر عرض کرے گی کہ میں نماز ہوں اللہ تعالیٰ فرماوے گا کہ تو خیر اور نیکی ہے پھر زکوٰۃ آوے گی وہ بھی گزارش کرے گی کہ میں زکوٰۃ ہوں

اللہ تعالیٰ ارشاد کرے گا کہ تو خیر و نیکی ہی پھر روزہ حاضر ہو کر یونہی کہے گا کہ میں روزہ ہوں حق تعالیٰ حکم کرے گا تو خیر و نیکی ہی پھر اسی طرح اور اعمال آئیں گے اور خدائے تعالیٰ یوں فرمائے گا کہ تم سب نیکی ہو بعد ان سب کے اسلام نکلے گا اور عرض کرے گا کہ اے پروردگار تیرا نام سلام ہے اور میں اسلام ہوں جناب رب الارباب فرماوے گا کہ تو خیر و نیکی ہے آج تیرے ہی سبب سے مواخذہ کروں گا اور تیرے واسطے بخشوں گا اس بیان کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھی فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ یَّهْدِیَهٗ یَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ یعنی جسکو اللہ چاہیے کہ راہ دکھاوے کھول دے اُس کا سینہ حکم برداری کو غرضکہ مسلمان کامل وہ ہے کہ دنیا و آخرت کے سب کاموں میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا اتباع کرتا رہے اور کسی حال میں اس سے پہلوتہی نہ کرے اور کسی مسلمان کو ناحق اپنے ہاتھ اور زبان سے تکلیف نہ دے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهٖ وَیَدِهٖ یعنی مسلمان کامل وہ ہی جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچے رہیں سو حضرت کی سنت کی اتباع مسلمان پر ظاہر اور باطن میں فرض و واجب ہی کسی طرح اُس سے تجاوز درست نہیں اور یہی اتباع آپ کی محبت کا ثمرہ ہی اللہ تعالےٰ نے فرمایا قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ یعنی کہدے تو اے محمد اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور جب تک خدا و رسول کی محبت اوروں کی محبت پر نہ بڑھ جاوے گی تب تک ایمان کامل نہیں چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ثَلٰثٌ مَنْ کُنَّ فِیْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَاوَةَ الْاِیْمَانِ مَنْ کَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا وَمَنْ اَحَبَّ عَبْدًا لَا یُحِبُّهٗ اِلَّا لِلّٰهِ وَمَنْ یَّکْرَهُ اَنْ یَّعُوْدَ فِی الْکُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَنْقَذَهُ اللّٰهُ مِنْهُ کَمَا یَکْرَهُ اَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ یعنی تین خصلتیں ہیں کہ جن میں وہ جمع ہوں تو پایا اُن کے سبب اُس نے مزا ایمان کا ایک یہ کہ جس کے

نزدیک خدا اور رسول کی محبت زیادہ تر ہو ان کے سواسے دوسرے یہ کہ جو شخص ایسے بندے کی محبت رکھے کہ اُس کو دوست نہ رکھتا ہو مگر اللہ ہی کے واسطے تیسرے یہ کہ جس کو بُرا لگے کہ پھر جاوے کفر میں بعد اس کے کہ چھڑا دیا اُس کو اللہ نے اُس سے جیسے بُرا لگتا ہے اُس کو کہ ڈالا جاوے آگ میں اور مسلمان پر اور مسلمانوں کا حق یہ ہے کہ جب آپس میں ملاقات ہو تو سلام علیک اور اچھی باتیں کریں اور اگر بھوکے ہوں یا کھانے کا وقت ہو یا اپنے گھر مہمان آئیں تو اس سے جس قدر ہو سکے کھانا کھلاوے اور جب کوئی اپنے پاس سے چلا جاوے تو پیٹھ پیچھے اُس کو بھلائی سے یاد کرے اور عیب نہ کھولے غیبت نہ کرے اُس کو گالیاں نہ دے برا نہ کہے اور کسی مسلمان سے حسد اور کینہ اور کپٹ نہ رکھے اور اُس کے عیب کو اپنا عیب جانے حدیث میں آیا ہے اَلْمُسْلِمُ مِرْاٰةُ الْمُسْلِمِ یعنی ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا آئینہ ہے اور بھائی مسلمان کے عیب سے اپنا آپ کو بچاوے غیبت کا گناہ زنا سے سخت ہے اَلْغِیْبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا مگر ہاں تین آدمیوں کی غیبت درست ہے بادشاہ ظالم اور ظاہر کھلم کھلا گناہ کرنے والا اور بدعتی اس واسطے کہ ان کا حال بیان کرنے سے اور لوگ چوکنے ہو جاویں گے اور ان کے فساد سے بچیں گے چنانچہ کتاب ابن ابی الدنیا میں ایک مرسل حدیث حسن بصری نے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے غیبت کے بیان میں روایت کی ہے کہ ثَلٰثَةٌ لَا یَحْرُمُ عَلَیْكَ اِعْرَاضُهُمُ الْمُجَاهِرُ بِالْفِسْقِ وَالْاِمَامُ الْجَائِرُ وَالْمُبْتَدِعُ یعنی تین شخص ہیں کہ حرام نہیں تجھ پر ان کو بے آبرو کرنا غیبت کر کے ایک ظاہر کرنے والا گناہ کا دوسرے بادشاہ ظالم تیسرے بدعت کرنے والا اور ریاض الصالحین وغیرہ کتابوں میں ان تین کے سوا اور بعضے لوگوں کی بھی غیبت کرنا درست لکھا ہے اور حتی المقدور اپنے بھائی مسلمانوں کی خیر خواہی سے دریغ نہ کریں اور ان کی نصیحت سے ہاتھ نہ اٹھاویں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ یعنی دین کیا ہی نصیحت[1] کرنا اور ان کے عیب چھپاتے رہیں اور اگر کبھی کسی سبب سے کسی معاملے دنیا وی میں شکر رنجی ہو جاوے تو تین روز سے زیادہ سلام و کلام ترک نہ کریں اور بہتر وہ شخص ہے کہ ایسی رنجش میں سلام علیک کرکے ملاقات کرلے اور کبھی کسی مسلمان کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھیں اور ہنسی ٹھٹھا مسخرا پن نہ کریں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یَا اَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْہُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِّنْہُنَّ یعنی اے ایمان والو ٹھٹھا نہ کریں ایک دوسروں سے شاید وہ بہتر ہوں اُن سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے شاید وہ بہتر ہوں ان سے اور جتنے اگلے دین کے پیشوا اور مقتدا گزرے ہیں اُن کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کریں چنانچہ اس رسالے کا ختم اسی دعا پر ہوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ۔

محمد اسحاق ۲۹ ۱۲	[illegible]	سید محبوب علی جعفر ۲۷ ۱۲	[illegible]

خاتمہ ترجمے کا۔ دستور ہی جب تک قائل معتبر نہ ہو اور اُس کی صدق و عدالت پر لوگوں کو اعتماد نہ جمے تب تک اُس کی بات اور کلام کا کماحقہٗ اعتبار نہیں ہوتا اور اُس کا کہنا خوب مفید نہیں پڑتا خصوصاً امر دین میں چنانچہ محدثین کا معمول ہو کہ جس راوی کی عدالت و دیانت میں تھوڑا سا بھی خلل پاتے ہیں اُس کی روایت نہیں مانتے اور اُس کو لغو جانتے ہیں۔ پھر اگر کوئی کہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا قول ہو کہ اُنْظُرْ اِلٰی مَا قَالَ وَلَا تَنْظُرْ اِلٰی مَنْ قَالَ یعنی دیکھ لو اس بات کو جو کہے اور نہ دیکھو اُس کو جس نے کہا تو اس سے معلوم

[1] خیر خواہی۔ طارق

ہوا کہ قائل کے حال کا تفحص کچھ ضرور نہیں بات اچھی چاہیے اس کا جواب یہ کہ اس قول کا مطلب یہ ہی کہ جو شخص کوئی بات من عند نفسہ اپنی طرف سے کہے کوئی روایت اور خبر نہ بیان کرے تو اُس کو دیکھیں گے کہ وہ بات شریعت کے قاعدوں کے موافق ہی یا مخالف اگر موافق ہی تو اُس کو مان لیں گے اگرچہ وہ شخص اُس کے موافق عمل نہ کرتا ہو اُس کی دلیل یہ ہی کہ اس قول میں حضرت علی نے فرمایا مَا قَالَ یعنی جو کہا یہ نہیں فرمایا کہ مَا رَوٰی یَا حَدَّثَ یعنی جو روایت کی یا حدیث بیان کی تو معلوم ہوا کہ فقہ کی روایت کے یا حدیث کے راوی کا حال دریافت کرنا ضرور ہے دوسرے یہ کہ میں لکھ چکا کہ غیر معتبر کہنے والے کا کما حقہٗ اعتبار نہیں ہوتا یعنی عوام لوگ اُس کو خوب نہیں مانتے چنانچہ جو واعظ خود عمل میں سُست ہوتا ہی اگرچہ بات ٹھیک کہتا ہو اُس کی بات کو عوام لوگ کم قبول کرتے اور کان نہیں رکھتے ہیں اس واسطے فرمایا کہ ایسے آدمی کا کلام سن لیا کرو اُس کے کام سے تم کو کیا کام بہرحال بڑوں کی بات بڑی ہوتی ہی سو اب جاننا چاہیے کہ ان مسئلوں کے مجیب مولانا محمد اسحاق سلمہ اللہ تعالیٰ نہایت مرتبے میں تقویٰ اور پرہیزگاری سے آراستہ اور ورع اور دینداری سے پیراستہ ہیں ایمان کا نور ایسا اُن کی پیشانی نورانی سے چمکتا ہی کہ جس کے نظر وہ جمال متبرک پڑے وہ صاف جان لیتا ہی کہ یہ شخص مومن متقی ہی زہد و حق گوئی کا یہ حال ہے کہ صدہا روپے پر نظر نہ کی اور ایک اپنی دنیا کے مقدمے میں بخلاف اور برادری کے حق بات کہہ دی۔ جو کوئی مسئلہ پوچھے بے تعصب کتاب کے بموجب بیان کر دیتے ہیں کبھی کسی کا لحاظ یا کسی جانب کو میل نہیں کرتے احتیاط اور اتباع سنت کا یہ عالم ہے کہ اس ملک میں تسلُّطِ کفار دیکھ کر بے اس کے کہ بالکل دارالحرب کے احکام جاری ہوں گھر بار ریاست برادری دوست آشنا وطن چھوڑ کر ہجرت کر گئے اور کمال شوق سے ملک عرب میں جا بسے اب وہاں کے مدرس ہیں اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا کَذٰلِکَ اور علم و فضل کا حال تو ظاہر ہے کہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب کے نواسے

اور شاگرد ہیں اور اُن کی صحبت یافتہ اور تعلیم بر داشتہ ہیں الغرض محامد اور مناقب اُس جناب کے اس قدر ہیں کہ اُن کے بیان کو ایک دفتر چاہیے یہاں بطورِ اختصار اتنے بھی کافی ہیں اور مولوی محبوب علی صاحب جعفری حنفی جن کی دوسری مہر اس رسالے پر ہے اُن کے کمال کا ادنیٰ حال یہ ہے کہ مولانا شاہ عبد العزیزؒ اکثر وعظ میں پہلے اُن کو بلا کر بٹھلا لیتے تھے تب بیان کرتے تھے بڑے جید فاضل اور علم حدیث میں کامل ہیں مولوی امین الدین صاحب جو ان جوابوں کے لکھنے والے ہیں وہ بھی سید پاک اور دین اسلام کے عقیدے میں چست و چالاک ہیں ساری بدعات سے جو آج کل سادات میں رائج ہیں تائب و بیزار اور ہر خرافات سے دست بردار ہو کر پاک صاف مسلمان ہو گئے ہیں اور علم حدیث میں بہت سی مہارت رکھتے ہیں پھر بہ تقدیر مسلمان کو چاہیے کہ ان مسائل میں کسی طرح کا شبہ اور خیال فاسد دل میں نہ لاوے اور آنکھ بند کئے عمل کئے جاوے نظم

هزار شکر که یه ترجمه بتمام هوا — خدا کے فضل سے خوب اس کا انصرام ہوا
اب آگے حضرتِ باری سے ہے مری یہ دعا — کہ مومنوں کو وہ توفیق کردے ایسی عطا
کہ چھوڑ کر کے وہ آپس کے سب رواج و رسوم — کریں اطاعتِ احکام سیّدِ معصوم
قدم کو اپنے رہِ مستقیم پر وہ دھریں — خلافِ شرع نہ اصلا کوئی بھی کام کریں
کوئی خوشی کی ہو تقریب یا کوئی ہو موت — کریں نہ سُنّتِ حضرت کی اِتباع کو فوت
برادری کا نہ ہرگز لحاظ دین میں کریں — نہ ہوں خلافِ شریعت کبھی جییں کہ مریں
رسوم کفر و جہالت کو یک قلم چھوڑیں — ہوں اہلِ سنت و بدعت سے اپنا منہ موڑیں
مجھے بھی راہ شریعت یہ خوب کردے راست — کہ اُس کے حکم بموجب چلوں ہیں یہ کم و کاست
رہوں جہان میں تو باعزت و وقار رہوں — نہ مفلسی سے ذلیل و تباہ و خوار رہوں
مرے نصیب مدینے کی ہو زیارت و سیر — مرا ہو خاتمہ اُس شہر پاک میں بالخیر
بکن دعائے مرا اے خدائے پاک قبول — بحق سیّد عالم رسولک المقبول

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین ۔ آمین

خاتمۃ الطبع شکر ہے اس منعم حقیقی کا کہ جس نے ہم پر تکلیفات شرعیہ کو آسان فرمایا اور بزبان رسول مقبول کے طریقہ سہل شادی وغم کا بتایا۔ لاکھ لاکھ رحمت روح علما پر کہ جنھوں نے مسائل کو قرآن و حدیث سے نکال کر صاف صاف بیان کیا اور جو لوگ زبان عرب و فارس نہ جانتے تھے اُن کے لیے ہندی میں لکھدیا۔ اب جن مسلمانوں کو کہ خدا نے توفیق دی کتاب مسائل شادی وغم ہندی زبان کی تلاش ہوئی مگر ایسی کہ ایک کفایت کرے نہ پائی۔ اس واسطے یہ کتاب کہ ترجمہ مسائل اربعین کا اور دونوں طرح کے مسائل اس میں ہیں عبدالرحمٰن خاں صاحب نے اس بندۂ احقر علی بخش سے چھپوائی۔ چنانچہ یہ قطعہ اس کی تاریخ تمامی طبع کا نتائج افکار سر دفتر مورخان روزگار سیدنا و مقتدانا میر ناصر علی نصیر مدظلہ اللہ القدیر سے ہے **قطعہ تاریخ**

مولوی اسحاق صاحب کا رسالہ کیا چھپا	مسئلے اس میں بیاں ہیں سب مفید اہل دیں
دی صدا ہاتف نے مجھ کو فکر میں تاریخ کی	کہہ بہت نافع ہے ہندی میں مسائل اربعین

اب امید دیکھنے والوں سے یہ ہے کہ دعائے خیر مصنف و مترجم کے حق میں کیا کریں اور جنھوں نے اس کے پھیلانے میں کوشش کی اُن کو بھی یاد رکھیں۔

بماہ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ (جولائی ۱۹۴۳ء)

مطبع شروانی میں باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

بار ثانی طبع ہوئی